ہم گناہوں سے کیسے بچیں؟

مؤلف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم الجامعۃ الاسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

مکتبہ مسیح الامت دیوبند وبنگلور

ہم گناہوں سے کیسے بچیں؟

از: قلم
حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم
بانی ومہتمم الجامعۃ الاسلامیۃ مسیح العلوم، بنگلور

النَّاشِر
مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور

نامِ کتاب	:	ہم گناہوں سے کیسے بچیں؟
مصنف	:	حضرت اقدس مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم
صفحات	:	۱۴۰
تاریخ طباعت	:	جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ مطابق اپریل ۲۰۱۴ء
ناشر	:	مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور
موبائل نمبر	:	9634307336 \ 9036701512
ای۔میل	:	maktabahmaseehulummat@gmail.com

فہرس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ

الحمد ، والثناء لوليه ، والصلاة والسلام على نبيه ، ومن تبعه من أصحابه ، وأتباعه . أما بعد :

موجودہ دور میں جہاں ظاہری و مادی چیزیں حیرت انگیز حد تک ترقی کرتی جارہی ہیں اور روز بہ روز اس میں اضافہ مشاہد ہورہا ہے، وہیں یہ بھی بالکل واضح طور پر دکھائی دے رہا ہے کہ انسان اپنی انسانیت و روحانیت کے لحاظ سے انتہائی پستی و ذلت کی طرف جارہا ہے اور اس میں سبھی طبقات کے انسان شامل ہیں، جس پر کوئی حیرت واستعجاب نہیں، استعجاب و حیرت کا موقعہ تو یہ ہے کہ وہ انسان بھی اس پستی و خواری کے گڑھے میں دکھائی دے رہا ہے، جو مسلمان کہلاتا اور اللہ ورسول پر ایمان رکھتا اور قرآن وحدیث کو مانتا اور آخرت، حساب و کتاب، سزا و جزا کو تسلیم کرتا ہے۔

اور اس پستی کی وجہ یہ ہے کہ ایک چھوٹے سے طبقے کو چھوڑ کر امت کے اکثر و بیشتر لوگوں میں ایک طرف، طاعات و عبادات میں غفلت و سستی ہے، تو دوسری جانب، معصیت کے کاموں میں رغبت و دلچسپی ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے، جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ آج لوگوں میں گناہ کا سلسلہ بہت زیادہ ہوگیا ہے اور عام سے عام ہوتا جارہا ہے؛ حتی کہ ایسا لگتا ہے کہ گناہ کو گناہ سمجھنے والے اور اس کو نقصان دہ

خیال کرنے والے بھی ناپید ہوتے جا رہے ہیں ؛ بل کہ اس سے بھی آگے صورتِ حال یہ ہے کہ بعض لوگ گناہوں کو ایک قابل فخر و لائق ستائش ہنر سمجھنے لگے ہیں۔ بالخصوص کالجوں اور اسکولوں کا ماحول، گناہوں کے لیے ایک مہمیز کی حیثیت رکھتا ہے اور گناہ ایک معمولی بات محسوس کی جاتی ہے، جس پر کوئی حیرت و تعجب ہونا، ان لوگوں کے نزدیک خود قابل تعجب و قابل حیرت ہے۔

اور اس صورت کو پیدا کرنے میں دیگر اسباب کے ساتھ، موجودہ دور میں ٹی وی، انٹرنیٹ اور سیل فون کو اولیت کا مقام حاصل ہے اور ان چیزوں کی وجہ سے معصیت و گناہ کے اس سلسلے کو مزید وسعت و پھیلاؤ حاصل ہو گیا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ آج یہ تینوں چیزیں گناہوں کے سب سے زیادہ طاقتور و مؤثر و مضبوط و وسیع ذرائع و اسباب بن گئے ہیں، ان کے ذریعہ گانا بجانا، فحش و عریانی، بے حیائی و بے شرمی وغیرہ خبائث اپنے عروج و انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ جو دراصل ایک خطرے کا سائرن ہے ؛ مگر اس میں لوگوں کی غفلت و بے حسی اس قدر عام و تام ہے کہ اس جانب توجہ دلائی بھی جاتی ہے، تو لوگ توجہ نہیں کرتے۔

اور اس صورت حال کے ناپاک اثرات و خطرناک جراثیم یہاں تک پہنچ رہے ہیں کہ نیکی و طاعت کرنے والے لوگ بھی گناہ سے بچنے میں دقت محسوس کرتے ہیں ؛ بل کہ طالب علم و علما کہلانے والے بھی ان میں ملوث نظر آتے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ مدارس و دینی حلقوں میں شامل ہونے والے اولیاء اللہ ہوتے تھے۔ میرے حضرت مسیح الامت شاہ مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے ہر مدرسہ، خانقاہ بھی ہوا کرتا تھا ؛ لہٰذا جو وہاں داخل ہوتا، وہ ولایت کے درجات بھی طے کرتا جاتا تھا ؛ مگر اب حال یہ ہے کہ مدارس میں بھی کالجوں و اسکولوں

کا ماحول نظر آتا ہے کہ وہاں بھی گناہوں کا ایک سلسلہ چل رہا ہے۔

اِن حالات کے پیش نظر، زیر نظر تحریر میں گناہ کی قباحت و شناعت، اس کے نقصانات و مصائب، اس سے بچنے کے ذرائع و وسائل، قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے اقوال و احوال، واقعات و حکایات کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور یہ چیزیں دراصل اپنے مطالعے کے دوران، وقتاً فوقتاً بہ طور یادداشت جمع کرتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ مختلف مجالس میں ان امور کو مدرسے کے اساتذہ و طلبۂ کرام اور بعض عوامی مجالس میں عوام کے سامنے، بلا کسی خاص ترتیب کے بیان کرنے کا بھی موقعہ ملتا رہا اور ان امور کو جمع کرنے کا اصل مقصد سب سے پہلے تو خود کو فائدہ پہنچانا تھا؛ کیوں کہ بار بار ان کو پڑھنے سے ہوسکتا ہے کہ اپنے اندر کی غفلت و بے حسی دور ہو جائے اور دوسرا مقصد؛ ثانوی درجے میں یہ پیش نظر تھا کہ تمام اہل اسلام کو اس سے فائدہ پہنچے۔ پھر خیال ہوا کہ ان امور کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ لکھ دیا جائے، تو استفادے میں آسانی ہوگی؛ لہٰذا وہی امور ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع کر کے پیش کیے جا رہے ہیں۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ قدس میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلائے اور اپنی نامرضیات سے بچائے۔

۲۰؍ جمادی الاخری ۱۴۳۲ھ — فقط

مطابق: ۲۴؍ مئی ۲۰۱۱ء — محمد شعیب اللہ خان

الجامعۃ الاسلامیۃ مسیح العلوم، بنگلور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر مسلمان یہ بات جانتا بھی ہے اور مانتا بھی ہے کہ انسان کی دنیوی صلاح و کامیابی اوراخروی نجات وسرفرازی، اللہ ورسول کی اطاعت وفرمانبرداری اوران کی معصیت وسرکشی سے پرہیز ودوری میں پوشیدہ ہے۔اور یہ عقیدہ سوفی صد صحیح ہے اور مسلمات میں سے ہے ؛لہٰذا ہر مسلمان کو کوشش کرنا چاہیے کہ وہ اللہ و رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور گناہ ومعصیت سے کلی طور پر پرہیز کرے۔

طاعت ومعصیت کے لحاظ سے انسانوں کی چار قسمیں

مگر جب ہم لوگوں کے حالات پر غور کرتے ہیں ،تو معلوم ہوتا ہے کہ طاعت و معصیت کے لحاظ سے لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

(۱)ایک وہ لوگ، جو ایک طرف طاعت ونیکی بجالاتے ہیں، نماز، روزہ، نوافل واذکار، تلاوت ومراقبات وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں، تو دوسری طرف معصیت وگناہ سے بچنے کا بھی پورا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ لوگ سب سے زیادہ اچھے اور اللہ ورسول کی نظر میں محبوب ہیں۔

(۲)دوسرے وہ لوگ، جو نہ تو طاعت ونیکی انجام دیتے ہیں اور نہ معصیت و برائی سے بچتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ ورسول کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہیں اور سب سے زیادہ بدترین لوگ ہیں۔

(۳) تیسرے وہ لوگ جو طاعت کا تو بھرپور اہتمام کرتے ہیں، طاعت ونیکی، نماز، روزہ، حج وعمرہ، ذکر وتلاوت، سب میں بڑی پابندی دکھاتے ہیں؛ مگر معصیت

سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے؛ بل کہ طاعتوں کے ساتھ ساتھ نفس و شیطان کی مان کر گناہ بھی برابر کرتے رہتے ہیں۔

(۴) چوتھے وہ لوگ ہیں، جو طاعت کا زیادہ اہتمام نہیں کرتے۔ مثلاً ذکر و اذکار، یا تلاوت و نوافل کی کثرت وغیرہ کا کوئی خاص اہتمام نہیں کرتے؛ بل کہ صرف فرائض و واجبات کا اہتمام کر لیتے ہیں؛ لیکن معصیت و گناہ سے بچنے کا خوب اہتمام کرتے ہیں۔

یہ تیسرے اور چوتھے قسم کے لوگ: ان میں سے ایک فریق، طاعت میں چوکس و چست ہے؛ مگر معصیت سے بے پرواہ و سُست اور ایک فریق اس کے برخلاف معصیت کے بارے میں محتاط و پابند؛ لیکن طاعت میں غافل و سُست۔

مگر یہاں ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ معصیت میں ابتلا، طاعت میں غفلت سے زیادہ سخت و بری بات ہے؛ اس لیے طاعت کے ساتھ ساتھ، اس کا بڑا اہتمام چاہیے کہ گناہ و معصیت کا کام نہ ہونے پائے۔

گناہ سے بچنا سب سے اہم و بڑا کام

اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک آدمی وہ ہے، جو گناہ بھی کم کرتا ہے اور نیکی بھی کم اور دوسرا وہ ہے، جو گناہ بھی زیادہ کرتا ہے اور نیکی بھی زیادہ: ان میں سے آپ کے نزدیک کون پسندیدہ ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

" **لا أعْدِلُ بِالسَّلاَمَةِ شَيْئًا** " (میں سلامتی کے برابر کسی چیز کو نہیں سمجھتا)

(الزہد لابن المبارک: ۱۲۔ ادب الدنیا والدین للماوردی: ۹۸)

یعنی گناہ سے بچ کر سلامتی پا لینا، وہ عمل ہے، جس کے برابر کوئی اور عمل نہیں

ہوسکتا؛ لہٰذا گناہ سے بچنے کو ترجیح دینا چاہیے، خواہ نوافل واذکار کی پابندی نہ ہو۔

یہی وہ بات ہے، جس کو بعض زاہدین نے فرمایا تھا، جب ان سے پوچھا گیا تھا کہ آپ رات کی نماز یعنی تہجد کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: "**خَفِ اللّٰهَ بِالنَّهَارِ، وَنَمْ بِاللَّيْلِ**" (دن میں اللہ سے ڈرتے رہو اور رات بھر سو جاؤ) (ادب الدنیا والدین: ۱/۱۱۷)

یعنی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر دن میں خوفِ خداوندی وخشیتِ الٰہی کا لحاظ کرتے ہوئے زندگی کی، تو پھر اس میں کوئی ملامت نہیں کہ رات بھر سو جاؤ اور ظاہر ہے کہ خوف وخشیت کی زندگی، گناہ سے باز رکھتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح خوف وخشیت سے دن گزارے گا، تو اس کو نوافل کے نہ پڑھنے پر کوئی ملامت نہیں۔

اسی طرح منقول ہے کہ ایک بزرگ نے کسی کو سنا کہ اپنی قوم سے یہ کہہ رہا ہے کہ لوگو! تم کو نیند نے ہلاک کر دیا، تو وہ بزرگ فرمانے لگے کہ نہیں! بل کہ ان کو بیداری نے ہلاک کیا ہے۔ (ادب الدنیا والدین: ۱/۱۱۷)

یعنی رات کو اٹھ کر نوافل نہ پڑھنے سے، یہ ہلاک نہیں ہوئے؛ بل کہ دن میں بیدار ہوتے ہوئے، خدا کی معصیت کرنے سے ہلاک ہوئے ہیں؛ لہٰذا راتوں کی عبادت سے اور نوافل ووظائف سے ضروری یہ ہے کہ گناہ سے باز آجائیں۔

گناہ چھوڑنے والا عبادت گزار سے آگے

بل کہ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گناہ سے بچنے والے کو مجاہدہ کرنے والے کے برابر درجہ ملتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو میری یہ پانچ باتیں لے اور ان پر عمل

کرے اور دوسروں کو بھی سکھائے ؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ لیا اور یہ پانچ باتیں گن کر بتائیں اور فرمایا:

" اِتَّقِ الْمَحَارِمَ ؛ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَکَ ؛ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ، وَ أَحْسِنْ إِلَى جَارِکَ ؛ تَكُنْ مُؤْمِناً ، وَ أَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ ؛ تَكُنْ مُسْلِماً وَ لَاتُكْثِرِ الضِّحْکَ ؛ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْکِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ "

(تو حرام کاموں سے بچ ،لوگوں میں سب سے بڑا عابد ہو جائے گا اور اللہ کی تقسیم پر راضی ہو جا، سب سے بڑا غنی ہو جائے گا اور اپنے پڑوسی سے احسان کر مومن ہو جائے گا اور اپنے لیے جو پسند کرتا ہے، وہی لوگوں کے لیے پسند کر مسلمان ہو جائے گا اور زیادہ نہ ہنسنا؛ کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔)

(ترمذی:۲۳۰۵،مسند احمد:۸۰۸۱،مسند ابویعلی:۶۲۴۰،معجم کبیر طبرانی:۳۶۵/۱۹،شعب الایمان:۹۲/۱۲)

غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ایک اہم نصیحت کرتے ہوئے فرمایا :

" اِتَّقِ الْمَحَارِمَ ؛ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ." (حرام کاموں اور گناہوں سے بچ ؛ تو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کا چھوڑنا، انسان کو سب سے بڑا عابد بنا دیتا ہے۔ کیوں اور کیسے؟ وہ اس طرح کہ جب انسان اللہ کے لیے گناہ و حرام کاموں کو چھوڑ دے گا، تو ظاہر ہے کہ فرائض و واجبات کبھی نہیں چھوڑے گا؛ کیوں کہ فرض و واجب کو چھوڑنا بھی گناہ و حرام ہے؛ لہٰذا جو بھی گناہ کو چھوڑے گا، وہ فرائض و واجبات کو ضرور

ادا کرے گا، اس طرح اس کے نامۂ اعمال میں ایک جانب، فرائض و واجبات کا اہتمام لکھا ہوگا، تو دوسری جانب گناہ بالکل نہ ہوگا، اس طرح وہ بندہ سب سے بڑا عابد ہو جائے گا؛ نیز جب وہ گناہ سے بچے گا، تو اس کو اللہ سے تعلق پیدا ہوگا، وہ اس کو نوافل و اذکار کا بھی پابند بنا دے گا، اس طرح وہ عابدوں میں اپنی ایک امتیازی شان وہاں قائم کرلے گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا :

” مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّسْبِقَ الدَّائِبَ الْمُجْتَهِدَ ، فَلْيَكُفَّ عَنِ الذُّنُوبِ .“ (جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ مجتہد، مختتی سے آگے بڑھ جائے، تو اس کو چاہیے کہ وہ گناہوں سے بچے)

(الزھد لابن المبارک:۱۲، التوبہ لابن ابی الدنیا:۹)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مشہور شارحِ حدیث علامہ عبد الرؤف المناوی کہتے ہیں :

”لأنّ شُؤمَ الذُّنوب يُورِثُ الحِرمانَ، و يُعَقِّبُ الخُذلانَ، ويُثمِرُ الخُسرانَ، و قيدُ الذنوب يمنعُ من المشي إلى الطاعة ، و مسارعة الخدمة ، وثقلُ الذنوب يمنع من الخفة للخيرات، والنشاط في الطاعات؛ و الدينُ شطران : تركُ المناهي، وفعلُ الطاعات:وترك المناهي وهو الأشدّ.فمن كفّ عنها فهو من السابقين المُجِدِّيْنَ حقاً “ (وجہ یہ ہے کہ گناہوں کی نحوست، محرومی پیدا کرتی،

رسوائی لاتی اور گھاٹا و خسارہ ظاہر کرتی ہے؛ نیز گناہوں کی قید، نیکی کی جانب چلنے اور خدمت کی طرف لپکنے سے روکتی ہے اور گناہوں کا بوجھ خیر کے کاموں کی آسانی اور طاعات میں نشاط سے روکتا ہے۔ اور دین کے دو حصے ہیں : ایک گناہ چھوڑنا اور دوسرے طاعات بجالانا۔ اور گناہ چھوڑنا زیادہ مشکل ہے؛ لہٰذا جو گناہ ترک کردیتا ہے، وہ حقیقی معنی میں آگے بڑھنے والوں اور کوشش کرنے والوں میں سے ہے۔

(فیض القدیر:۶/۳۱)

دیکھیے! اس حدیث میں اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے گناہ سے بچنے والے کو محنتی ، مجتہد کے برابر قرار دیا ہے؛ لہٰذا گناہ سے بچے گا، تو نوافل و اذکار کی پابندی کرنے والے کا اجر و مرتبہ مل جائے گا۔

حضرت حسن البصری نے فرمایا :

”مَا عَبَدَ العَابِدُوْنَ بِشَيءٍ أَفْضَلَ مِنْ تَرْكِ مَا نَهَاهُمُ اللّٰهُ عَنْهُ“ (عبادت کرنے والوں نے کوئی عبادت، اللہ کی منع کردہ چیزوں سے بچنے و چھوڑنے سے زیادہ بہتر نہیں کی۔)

(جامع العلوم والحکم:۹۶)

اور حضرت ابن المبارک نے کہا :

”میں ایک مشتبہ درہم لینے کو چھوڑ دوں، یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک لاکھ درہم کا صدقہ دوں“ اس طرح کہتے کہتے انھوں نے چھ لاکھ تک شمار کیا۔ (جامع العلوم والحکم:۹۶)

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں:

’’میں چاہتا ہوں کہ فرض و وتر نماز کے علاوہ کوئی نفل نہ پڑھوں، زکوٰۃ کے سوا کوئی صدقہ نہ دوں، رمضان کے روزوں کے سوا کوئی روزے نہ رکھوں اور حج فرض کے سوا کوئی نفل حج نہ کروں؛ پھر میری پوری قوت و طاقت کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے میں لگا دوں۔

(جامع العلوم والحکم:۹۶)

ان سارے اقوال سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو گناہ سے بچنے کا بڑا اہتمام کرنا چاہیے؛ اگر فرائض پر آدمی اکتفا کر لے اور ساری قوت و طاقت گناہوں سے بچنے میں لگا دے، تو یہ اس کے حق میں نوافل و اذکار و وظائف سے افضل ہے۔

ترکِ گناہ کے بغیر ولایت نہیں ملتی - ایک واقعہ

اور اس کے برخلاف ایک شخص طاعات و عبادات میں تو لگا ہو؛ مگر گناہ کو ترک نہ کرے، تو وہ کبھی ولی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ ولایت، ترکِ گناہ کے بغیر نہیں ملتی؛ لہٰذا ولایت کے لیے ترکِ گناہ لازم ہے۔

جیسے قرآن میں فرمایا گیا ہے:

﴿ إِنْ أَوْلِيَاءُ هُ إِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ﴾ [الانفال:۳۴]

(اللہ کے ولی صرف وہی لوگ ہیں، جو تقویٰ والے ہیں)

اور تقویٰ یہی ہے کہ نیکیوں و طاعتوں کے ساتھ ساتھ، تمام قسم کے گناہوں کو چھوڑ دیا جائے۔

قاضی امام عبد الواحد بن زید، تبع تابعین میں ایک بڑے درجے کے صوفیا میں سے گزرے ہیں اور حسن بصری و مالک بن دینار کے شاگردوں میں سے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں بیت المقدس آیا اور صخرے میں داخل ہو کر اندر سے بند

کرلیا، جب رات طاری ہوگئی، تو میں نے دروازہ کھولا، پس اٹھارہ آدمی داخل ہوے جن پرلوہے کے لباس تھے اور ان کے پیروں میں کھجور کے پتوں سے بنے ہوے جوتے تھے اور ان کی گردنوں میں قرآن لٹکے ہوئے تھے؛ ان کی وجہ سے بیت المقدس نور سے بھر گیا، ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ یہ عبد الواحد امام الزاہدین ہیں۔ عبدالواحد کہتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ میں تم کواس ذات کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں، جس نے تم کو یہ کرامت دی ہے کہ آپ کون لوگ ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ اور یہ مقام آپ لوگوں کو کس طرح ملا؟ انھوں نے کہا :

" یا عبدَ الواحد ! لا یوصل إلی ولایۃ اللّٰہ إلا من ترک الھوی "(اے عبد الواحد ! اللہ کی ولایت اسی کو ملتی ہے، جوخواہش کوترک کردیتا ہے)

اور بعض نے کہا:

"ما عرف اللہَ عز و جل ، من لم یستحي منہ في الخلاء "(اس نے اللہ کونہیں پہچانا، جس نے خلوت وتنہائی میں اللہ سے حیانہیں کی) اللہ نے کہا:

﴿ إِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ أَجْرٌ کَبِیْرٌ ﴾ (بلاشبہ وہ لوگ، جوغیب یعنی خلوت میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے)

(الزاہر لابن فرحون القرطبی:۳۲-۳۳)

انسان فرشتوں سے بہتر یا جانوروں سے بدتر

بعض علما نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کوعقل بلاشہوت پیدا کیا ہے اور

جانوروں کو شہوت بلا عقل پیدا کیا ہے اور انسان کو عقل و شہوت دونوں سے مرکب کیا ہے؛ لہٰذا جو انسان اپنی عقل کو اپنی شہوت پر غالب کر لیتا ہے، وہ فرشتوں سے بہتر قرار پاتا ہے اور جو اپنی شہوت کو اپنی عقل پر غالب کر لیتا ہے، وہ جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے۔

الغرض گناہوں و شہوتوں سے بچنا ضروری ہے؛ مگر افسوس کہ آج گناہ سے بچنے کا کوئی اہتمام نہیں، اچھے اچھے لوگوں میں بھی اس کی جانب کوئی توجہ نہیں ہے۔ نماز بھی جاری ہے، روزہ بھی جاری ہے، تعلیم و تعلم بھی جاری ہے، تدریس و تحقیق بھی جاری ہے؛ مگر حیرت ہے کہ گناہ سے بچنے کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہے اور اس کا اہتمام اس لیے نہیں کہ گناہوں کے راستے کیا ہیں، جن سے ہمیں نفس و شیطان گناہ کی طرف لے جاتے ہیں، اس کا بہت سے لوگوں کو علم ہی نہیں؛ لہٰذا یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ گناہوں کے دروازے یا راستے کیا کیا اور کون کون سے ہیں؟

گناہوں کے راستے

نفس و شیطان انسان پر مختلف راستوں و دروازوں سے حملہ کرتے ہیں اور اسی کی جانب، اس حدیث میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

" إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّم"

(کہ شیطان انسان کے اندر، خون کی طرح یا خون کی رگوں میں دوڑتا ہے)

(صحیح بخاری: ۲۰۳۸، صحیح مسلم: ۵۸۰۷، صحیح ابن حبان: ۳۷۴۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۴۵)

اس حدیث میں ایک لفظ آیا ہے: " **مَجْرَى الدَّم** " اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ یہ لفظ " **مَجْرَى** " مصدر ہو اور دوڑنے کے معنے میں ہو، اس

صورت میں، اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ شیطان انسان کے اندر اس طرح دوڑتا ہے، جس طرح اس کے اندر خون دوڑتا ہے۔ اور یہ "مَجْرَی" اس صورت میں "يَجْرِي" کا مفعولِ مطلق ہوگا۔

(۲) دوسرے یہ کہ یہ "مَجْرَی" اسم ظرف ہو اور دوڑنے کی جگہ کے معنے میں ہو، اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان، انسان کے اندر خون دوڑنے کی جگہ میں یعنی اس کی رگوں میں دوڑتا ہے۔

پہلی صورت میں یہ بتایا ہے کہ شیطان، انسان کے اندر دوڑتا ہے؛ مگر کہاں دوڑتا ہے؟ یہ نہیں بتایا گیا اور دوسری صورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ شیطان انسان کے اندر کہاں دوڑتا ہے؟ خون دوڑنے کی جگہ میں دوڑتا ہے یعنی رگوں میں دوڑتا ہے۔

الغرض شیطان انسان کو بہکانے کے واسطے، اس پر اس طرح حملہ کرتا ہے کہ اس کے اندر ہی داخل ہو جاتا ہے۔

گمراہی کے دو راستے: شبہات و شہوات

علما نے لکھا ہے کہ شیطان کے انسان پر حملے کے کئی راستے ہیں اور یہی راستے در اصل گناہوں کے راستے ہیں اور علما لکھتے ہیں کہ یہ راستے دو طرح کے ہیں: ایک شبہات کا راستہ اور دوسرا شہوات کا راستہ۔ ان میں سے دماغ، آنکھ، کان، زبان، ہاتھ اور پیر ہیں، جن سے خاص طور پر وہ انسان پر حملہ کرتا ہے اور یہ داخلی راستے ہیں اور ان کے علاوہ بہت سے خارجی راستے بھی ہیں۔ جیسے مال و دولت، دنیوی عہدے و مناصب، ظاہری شان بان وغیرہ۔ یہاں چند اہم امور پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔

آنکھیں اور نظر

آنکھیں شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو خطرناک حد تک انسان

کے دل کو برباد و تباہ کر کے چھوڑ دیتا ہے؛ اسی لیے نظر کو شیطان کا قاصد کہا گیا ہے؛ کیوں کہ اس کے ذریعہ شیطان انسان کو زنا و بدکاری میں مبتلا کر دیتا ہے؛ اسی لیے قرآن میں شرمگاہ کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے، نظر بچانے اور اس کو نیچے رکھنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُم ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَايَصْنَعُوْن ﴾

[النور: ۳۰]

(آپ مؤمن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں؛ یہ بات ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے، بلا شبہ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے باخبر ہیں، جو وہ کرتے ہیں)

اس کے بعد والی آیت میں بعینہ یہی حکم عورتوں کو بھی دیا گیا ہے اور ان آیات میں ایک تو نگاہوں کو پست رکھنے کا حکم ہے، تو دوسرے اس میں شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ علما نے لکھا ہے کہ دونوں کو ایک ساتھ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ پہلا حکم ذریعہ ہے دوسرے کا؛ لہٰذا آنکھوں کو نیچا رکھنا، شرمگاہ کی حفاظت کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ ، فَإِنَّمَا لَكَ الْأُوْلٰى ، وَ لَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ“

(نظر کے بعد پھر نظر نہ ڈال؛ کیوں کہ پہلی نظر تو تیرے لیے (جائز) ہے؛ لیکن دوسری تیرے لیے (جائز) نہیں ہے)

(ترمذی:۲۷۷۷، ابوداود:۲۱۵۱، مسند احمد:۱۳۷۳، مسند بزار:۷۰۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"النَّظْرَةُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومَةٍ ، فَمَن تَرَكَهَا مِن خَوفِ اللّٰهِ ، أَثَابَهُ عَزَّ وَجَلَّ إِيْمَانًا يَجِدُ حَلاوَتَهُ فِيْ قَلْبِهِ"

(نظر، ابلیس کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے، پس جو شخص اللہ سے خوف کی وجہ سے اس کو ترک کر دیتا ہے؛ اللہ عز و جل اس کو ایسے ایمان سے اس کا بدلہ عطا کرتا ہے، جس کی لذت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔) (مستدرک حاکم:۴/۳۴۹، معجم کبیر طبرانی:۹/۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ نظر، شیطان کا بڑا حربہ اور انسان کو برائی میں مبتلا کرنے کا اس کا ایک عظیم ہتھیار ہے؛ لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے؛ تا کہ قلب کی دنیا برباد نہ ہو جائے؛ اسی لیے اس حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ جو اس کو خوف الٰہی کی وجہ سے ترک کر دیتا ہے، اس کو اللہ تعالی ایمان کی حلاوت سے نوازتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: "**العُيُونُ مَصَائِدُ الشَّيْطَانِ**" (آنکھیں شیطان کی شکارگاہیں ہیں)

(ادب الدنیا والدین للماوردی:۱/۴۰۸)

اور حضرت عیسی علیہ السلام سے مروی ہے: **اِيَّاكُمْ وَ النَّظْرَةَ بَعْدَ النَّظْرَةِ فَاِنَّهَا تَزْرَعُ فِي الْقَلْبِ الشَّهْوَةَ ، وَ كَفٰى بِهَا لِصَاحِبِهَا فِتْنَةً**".

(ایک نظر (اچانک پڑ جانے) کے بعد دوسری بار بدنظری سے بچو؛ کیوں کہ بد نظری دل میں شہوت کو اُگاتی ہے اور بدنظری کرنے والے کے لیے، یہ فتنہ ہی کافی ہے) (ادب الدنیا والدین:۱/۴۰۸، احیاء العلوم:۱۰۲/۳)

واقعی نظر سے دل میں شہوت کا جہنم تیار ہوتا ہے اور پھر بے شمار خرابیاں وجود میں آتی ہیں، اس سے دل میں عشق پیدا ہوا اور انسان مردار پر مرنے مٹنے تیار ہو گیا اور پھر بے عزت بننے کے لیے بھی آمادہ ہو گیا۔

علامہ ابو طاہر بغدادی نے اپنی مجلسِ وعظ میں بدنظری کے بارے میں بڑے عمدہ اشعار سنائے اور وہ یہ ہیں :

عَاتَبْتُ قَلْبِيْ لَمَّا رَأَيْتُ جِسْمِيْ نَحِيْلاً
فَأَلْزَمَ الْقَلْبُ طَرْفِيْ وَقَالَ : كُنْتَ الرَّسُوْلاً
فَقَالَ طَرْفِيْ لِقَلْبِيْ بَلْ أَنْتَ كُنْتَ الْوَكِيْلاً
فَقُلْتُ: كُفَّا جَمِيْعاً تَرَكْتُمُوْنِيْ قَتِيْلاً

(جب میں نے اپنے جسم کو کمزور دیکھا، تو اپنے دل کو عتاب کیا (کہ کیوں کسی کے غم میں یہ برا حال کر لیا) تو دل نے میری آنکھ کو الزام دیا اور اس سے کہا کہ تو ہی تو درمیان میں پیغام پہنچانے والی تھی، اس پر میری آنکھ نے دل سے کہا کہ نہیں: بل کہ تو ہی تو اس میں وکیل تھا؛ پس (جب میں نے دونوں کی بحث سنی) تو ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں خاموش رہو، تم دونوں نے مل کر مجھے قتل کر کے چھوڑا ہے)

الغرض نظر سے شیطان، اپنا شکار کھیلتا ہے اور اس میں بہت حد تک کامیاب ہو جاتا ہے؛ اس لیے نظر کو شیطانی حربوں میں سے ایک بڑا اور اہم ذریعہ مانا جاتا ہے۔

بدنگاہی کے متعلق اشعار

حضرت حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ

اے خداوندِ جہاں حسن و عشق ‏ ‏ ‏ ‏ سخت فتنہ ہے، مجازی حسن و عشق

غیر سے تیرے اگر ہو جائے عشق ‏ ‏ ‏ ‏ عشق کیا ہے در حقیقت ہے، یہ فسق

عشق با مردہ ہے، تیرا اک عذاب ‏ ‏ ‏ ‏ راستے کا ہے، یہ تیرے یہ سد باب

حکم ہے اس واسطے غض بصر ‏ ‏ ‏ ‏ تا ہو زہرِ عشق سے، دل بے خطر

بد نگاہی مت سمجھ چھوٹا گناہ ‏ ‏ ‏ ‏ دل کو اک دم میں یہ کرتی ہے، تباہ

ہو گئے کتنے ہلاک اس راہ میں ‏ ‏ ‏ ‏ کھو کے منزل گر گئے وہ چاہ میں

کھو نہ تو اس طرح سے عمرِ عزیز ‏ ‏ ‏ ‏ عمر کی قیمت ہے، بس ذکرِ عزیز

چند دن کا حسن ہے، حسن مجاز ‏ ‏ ‏ ‏ چند روزہ ہیں، فقط یہ سازو باز

عشق جو ہوتا ہے، رنگ وروپ پر ‏ ‏ ‏ ‏ جیسے عاشق شمس کا ہو دھوپ پر

قال مولانائے اشرف تھانوی ‏ ‏ ‏ ‏ عشق فانی ہے، عذاب سرمدی

دل کا ہو مطلب کوئی غیر حق ‏ ‏ ‏ ‏ ہے یہ مستی شراب قہر حق

گر حقیقت کی طرف کوئی مجاز ‏ ‏ ‏ ‏ ہو رجوع تو ہے وہ جان پاک باز

ہو گیا زندہ وہ گورستان سے ‏ ‏ ‏ ‏ آ گیا گلشن میں خارستان سے

خار سے رخ پھر گیا اب سوئے یار ‏ ‏ ‏ ‏ دیکھتا ہے، قلب میں اب روئے یار

ذکر حق سے، جس کو مل گیا قرار ‏ ‏ ‏ ‏ سامنے اس کے خزاں بھی ہے، بہار

نور آیا پس بجھی شہوت کی نار　　جیسے ہو جائے خزاں، فصل بہار
سنگ دل ہوتے ہیں، یہ سیمین تن　　خودغرض اور بے وفا ہیں، گل بدن
سخت بدرگ، بدخصال، وزشت خو　　بالیقیں ہوتے ہیں، یہ بت خوبرو
گھور پر جیسے ہو کوئی سبزہ زار　　چشم دھوکہ کھاکے ہو اس کا شکار
غیرحق کا دل سے جب نکلے گا خار　　دل میں ہوگی ،چین ولذت کی بہار
جان میں ہوگا، طلوع وہ آفتاب　　اور حیاتِ طیبہ کا فتحِ باب
جب کہ ہو غیرخدا کا دل میں خار　　ہوگی اس پر ظلمت وکلفت کی مار
ہائے کیا دیکھے گا وہ روئے بہار　　جو نہ ہو پابند ذکر و فکر یار
عمر بھر رکھے گا، ساقی تشنہ کام　　گر پئے گا زہرنظرِ بد کا جام
جب کہ غیروں میں بھی ہو مشغول دل　　ذکر و طاعت میں کہاں لگتا ہے دل
دل میں تیرے ہے جو فکر ایں و آں　　اس لیے آتا نہیں ہے نورِ جاں

کان

شیطان کا ایک اہم راستہ کان ہیں۔ کان کے ذریعہ وہ بہت سی بری باتوں کو دل میں اُتارتا ہے اور دل کی دنیا کو برباد و تباہ کردیتا ہے۔ مثلاً گانے سننے، غیبت وچغلی سننے اوراسی طرح کی حرام وگندی باتوں کو سننے سے، انسان کا دل خراب ہوجاتا ہے اور آہستہ آہستہ برباد ہوجاتا ہے۔ جیسے گانا سننے سے دل میں نفاق کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔

ابوداؤداور بیہقی نے اپنی اپنی ''سنن'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سے اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا :

''الغِنَا یُنبِتُ النِّفاقَ فِي القَلْبِ'' (گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے)

(ابوداؤد: ۴۹۲۷، سنن بیہقی: ۱۰/۲۲۳)

اور خود حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا :

'' الغِنَا یُنبِتُ النِّفاقَ فِي القَلبِ كَمَا یُنبِتُ المَاءُ الزَّرْعَ ، وَالذِّكْرُ یُنبِتُ الایمَانَ فِي القَلبِ كَمَا یُنبِتُ المَاءُ الزَّرْعَ ''

(گانا بجانا دل میں اسی طرح نفاق اگاتا ہے، جس طرح پانی کھیتی اگاتا ہے اور ذکر اللہ، دل میں اسی طرح ایمان پیدا کرتا ہے، جس طرح پانی کھیت اگاتا ہے)

(سنن بیہقی: ۱۰/۲۲۳)

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے:

بعض عارفین نے کہا ہے کہ گانا سننا بعض لوگوں میں نفاق اور بعض میں عناد، بعض میں جھوٹ، بعض میں فسق و فجور اور بعض میں رعونت و تکبر پیدا کرتا ہے اور اس کی وجہ سے زیادہ تر صورتوں کا عشق اور بے حیائی کی باتوں کی پسندیدگی پیدا ہوتی ہے۔ (اغاثۃ اللہفان: ۱/۲۴۸)

اسی طرح کان سے غیبت سن کر، گالی گلوچ سن کر، کسی کی ہجو و مذاق سن کر، انسان کے دل میں خبائث پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کا دل اس کی وجہ سے گندہ و ناپاک ہو جاتا ہے۔

زبان

شیطان کے راستوں میں سے ایک راستہ زبان ہے، اس سے شیطان بڑا کام

لیتا اور انسان پر حملہ کرتا ہے۔

اسی لیے ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ نجات کیا ہے؟ تو زبانِ نبوت سے اور باتوں کے ساتھ ساتھ ایک بات یہ بھی فرمائی گئی : "أَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ" (اپنی زبان کو قابو میں رکھو)

(ترمذی: ۲۵۱۷، مسند احمد: ۲۲۲۸۹، شعب الایمان: ۲۲۹/۴)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ان باتوں پر بھی ہماری پکڑ ہوگی، جو ہم زبان سے کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" ثَکِلَتْکَ أُمُّکَ ! وَ هَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَی مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ "

(تیری ماں تجھے روئے ! لوگوں کو دوزخ کی آگ میں، ان کے ناک کے بل، سوائے ان کی زبان کی کھیتیوں کے اور کون چیز گراتی ہے؟)

(سنن کبری نسائی: ۱۲۱/۲، ترمذی: ۲۶۱۶، ابن ماجہ: ۳۹۷۳، مستدرک: ۴۴۷/۲، الآداب للبیہقی: ۱۵۷/۱، اتحاف الخیرہ: ۸۵/۱)

اس میں زبان کی کھیتیوں سے مراد، یہی زبان سے انجام دی جانے والی برائیاں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان سے صادر ہونے والی۔ یہ برائیاں زیادہ تر لوگوں کو جہنم میں لے جاتی ہیں۔

کیوں کہ اس ایک زبان سے بہت سارے گناہ ہوتے ہیں۔ جیسے جھوٹ اسی زبان سے بولا جاتا ہے، غیبت اسی زبان سے ہوتی ہے، چغلی اسی زبان سے کھائی جاتی ہے، فضول گوئی بھی اسی سے ہوتی ہے، کسی کو اذیت دینے میں بھی اس کو بڑا دخل

ہے۔جیسے گالی دینا،توہین کرنا وغیرہ۔الغرض اس راستے سے گناہ بہت ہوتے ہیں؛ لہٰذا اس کو بہت زیادہ قابو میں رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔(اس کی تفصیل کے لیے امام غزالی کی ''احیاء العلوم'' دیکھیں)

شرم گاہ

ایک بہت بڑا شیطانی راستہ،جس سے وہ انسان میں داخل ہوتا اور اس کو خبائث میں مبتلا کرتا ہے،شرم گاہ ہے۔یہ نہایت خطرناک راستہ ہے،جس سے انسان شہوتوں ولذتوں میں پڑ کر،خدا اور رسول اور آخرت ہی کو بھول جاتا ہے۔

ایک حدیثِ ضعیف میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

'' مَنْ وُقِيَ شَرَّ ذَبْذَبِهِ ، وَ لَقْلَقِهِ ، وَقَبْقَبِهِ ، فَقَدْ وُقِيَ الشَّرَّ كُلَّهُ ''(جو شخص ذبذبے،لقلقے اور قبقبے کے شر سے بچ گیا،وہ تمام شرور سے بچ گیا) پھر فرمایا: لقلقہ زبان ہے اور ذبذبہ شرمگاہ ہے۔ (شعب الایمان:۲۹۱/۷)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

'' مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ ، وَ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ ، أَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ '' (جو شخص مجھے ضمانت دے،اس کے دو جبڑوں کے بیچ کی چیز اور اس کے دو پیروں کے بیچ کی چیز کی،میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں)

(بخاری:۶۴۷۴،مسند ابو یعلی:۷۵۵۵،سنن بیہقی:۱۶۶/۸)

معلوم ہوا کہ زبان کی طرح،شرمگاہ کا فساد بھی بڑا خطرناک ہوتا ہے اور جو اس کے شر سے بچ گیا،وہ گویا تمام شرور سے بچ جاتا ہے؛ لہٰذا اس سے بھی خوب چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

ایک بڑا راستہ شیطان کا، جس سے وہ انسان کو گناہوں میں بڑی آسانی کے ساتھ ملوث کر دیتا ہے، وہ ہے غصہ۔ غصے سے لڑائیاں، جھگڑے، قتل و غارت گری، ظلم زبردستی وغیرہ متعدد گناہ جنم لیتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" إنّ الغَضَبَ مِن الشَّيطَانِ ، وإنّ الشَّيطانَ خُلِقَ مِنَ النّارِ، وَ اِنّمَا تُطْفَأُ النّارُ مِنَ المَاءِ ، فَإذَا غَضِبَ أَحَدُكُم ، فَلْيَتوَضَّأْ "

(بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے؛ لہٰذا تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو وضو کر لینا چاہیے)

(ابوداود: ۴۷۸۶، مسند احمد: ۱۸۰۱۴، معجم کبیر طبرانی: ۱۳۸۸۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس میں ایک بات یہ بھی فرمائی:

" ألاَ ! وَ اِنّ الغَضَبَ جَمْرَةٌ تُوْقَدُ فِي جَوفِ ابْنِ آدَمَ ، ألَمْ تَرَ إلَى حُمْرَةِ عَيْنَيهِ ، وَ انْتِفَاخِ أَوْدَاجِهِ" .

(خبردار کہ بلاشبہ غصہ ایک انگارہ ہے، جو ابن آدم کے اندر بھڑک اٹھتا ہے، کیا تم اس کی آنکھوں کی سرخی اور رگوں کے پھولنے کو نہیں دیکھتے)

(ترمذی: ۲۲۸۶، مستدرک حاکم: ۴/۵۵۱، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۲۷۰، شعب الایمان: ۶/۳۰۹، مسند ابوداود طیالسی: ۲/۴۹، مسند ابویعلی: ۲/۳۲، مسند احمد: ۱۱۶۰۴)

علامہ غزالی اور ابن حجر مکی وغیرہ نے لکھا ہے کہ بعض انبیا نے ابلیس سے سوال کیا

کہ تو انسان پر کس چیز سے غالب آتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں انسان کو غصے کے وقت اور خواہش میں مبتلا ہونے کے وقت پکڑتا ہوں، یعنی اس پر غالب آتا ہوں۔ اور لکھا ہے کہ ایک راہب کے سامنے ابلیس ظاہر ہوا، تو اس نے پوچھا کہ انسان کا کونسا خلق وصفت تجھے تیرے کام میں مدد پہنچاتی ہے؟ تو اس نے کہا کہ غصے سے میری مدد ہوتی ہے؛ کیوں کہ جب وہ غصے میں ہوتا ہے، تو ہم اسے اس طرح الٹتے پلٹتے ہیں، جس طرح بچے گیند کو الٹتے پلٹتے ہیں۔

(احیاء العلوم: ۲۹/۴، الزواجر عن اقتراف الکبائر: ۲۱۱/۱)

علامہ ابن حجر المکی الشافعی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیطان نے حضرت موسیٰ سے اس کے حق میں توبہ قبول کرنے کے لیے، اللہ کی جناب میں سفارش کی درخواست کی، حضرت موسی نے اللہ تعالی سے اس کی سفارش فرمائی، اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہاں! اس کی توبہ قبول ہو جائے گی، بشرطیکہ وہ آدم کو ان کی قبر پر جا کر سجدہ کر لے۔ حضرت موسی نے اس کو یہ بات بتا دی؛ مگر وہ غصے میں آ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے تو آدم کو ان کی حیات میں سجدہ نہیں کیا، اب قبر پر کیسے کروں گا؟ لیکن آپ نے میری جو سفارش کی ہے، اس کا مجھ پر حق ہے؛ لہٰذا تین موقعوں پر مجھے یاد کر لیں، کہیں ان موقعوں پر میں آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال دوں:

(۱) ایک غصے کے وقت مجھے یاد کر لیں؛ کیوں کہ میں آپ کے اندر اس طرح دوڑتا ہوں، جس طرح خون دوڑتا ہے۔

(۲) دوسرے جہاد میں کفار سے مقابلے کے وقت کہ میں اس وقت انسان کو اس کے بیوی بچے یاد دلاتا ہوں؛ تا کہ وہ وہاں سے واپس ہو جائے۔

(۳) تیسرے اس وقت جب آپ کہ کسی اجنبی عورت کے ساتھ بیٹھیں ہوں؛

کیوں کہ میں اس کی جانب آپ کا اور آپ کی جانب اس کا قاصد بن کر آتا ہوں۔

(الزواجر:۱/۲۱۱)

یہ مختلف راستے ہیں، جن سے شیطان انسان پر حملہ کرتا ہے اور ان کے علاوہ بھی مختلف راستے ہیں۔ جیسے مال و دولت، عورت، کھانا پینا وغیرہ۔ ان سب میں بڑی احتیاط رکھنا چاہیے؛ تاکہ شیطان اپنے حملے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

گناہ کی روحانی آفتیں

اور گناہ سے بچنا، اس قدر ضروری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے بہت سے خطرناک و ہولناک جسمانی و روحانی آفات و مصائب آتے ہیں، اسی طرح گناہوں و معاصی کی وجہ سے بہت سی قومی و ملکی، سماجی و معاشرتی آفات و پریشانیاں بھی رونما ہوتے ہیں، جو معاشرے و سماج، ملک و قوم کو تباہی کے غار میں ڈال دیتے ہیں اور ان سب کا ذکر قرآن و حدیث میں کیا گیا ہے۔

یہاں ان میں سے چند اہم امور کا تذکرہ کرتا ہوں؛ تاکہ ہمیں عبرت ہو اور گناہ کا ترک کرنا آسان ہو۔

ایمان کے لیے خطرہ

گناہ کا ایک انتہائی خطرناک اثر و نقصان یہ ہے کہ اس سے ایمان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور بعض گناہ انسان کو کفر سے قریب کر دیتے ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے چھوڑنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ چناں چہ فرمایا:

”لیس بین العبد، والکفر إلا ترک الصلاۃ“

(آدمی اور کفر کے درمیان کوئی چیز فرق کرنے والی نہیں، سوائے نماز کے)

(سنن کبری نسائی:۱۵۳/۸)

ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے :" **بين العبد ، والكفر ترك الصلاة**" (بندے اور کفر کے درمیان صرف نماز کے ترک کا فرق ہے)

(ترمذی:۲۶۲۰، ابوداود:۴۶۷۸، ابن ماجہ:۱۰۷۸، دارقطنی:۵۳/۲)

ان احادیث میں ترکِ نماز کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے؛ جس کی وجہ یہ ہے کہ ترکِ نماز کا گناہ آدمی کو کفر سے قریب کر دیتا ہے۔ چناں چہ اس حدیث کی تشریح میں علما نے مختلف توجیہات کے ساتھ ایک یہ بھی لکھی ہے:

"**إنه قد يؤول إلى الكفر**" (یعنی ترکِ نماز کبھی اس کو کفر تک لے جاتا ہے) اس لیے حدیث میں اس کو کفر قرار دیا گیا ہے۔

ثعلبہ بن حاطب کا عبرت ناک واقعہ

اس پر ایک واقعہ بھی دلالت کرتا ہے، جو مفسرین نے ایک آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر، یہ درخواست کی کہ آپ دعا کریں کہ میں مالدار ہو جاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو میرا طریقہ پسند نہیں ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر میں چاہتا تو مدینہ کے پہاڑ سونا بن کر میرے سامنے پھرا کرتے؛ مگر مجھے ایسی مالداری پسند نہیں۔ یہ شخص چلا گیا اور پھر دوبارہ آیا اور یہی درخواست اس وعدہ کے ساتھ میں پیش کیا کہ اگر مجھے مال مل گیا، تو میں ہر حق والے کو اس کا حق پہنچاؤں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کر دی، جس کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ اس کی بکریوں

میں بے پناہ زیادتی شروع ہوگئی، یہاں تک کہ مدینے کی جگہ اس پر تنگ ہوگئی، تو وہ باہر چلا گیا اور ظہر وعصر کی دو نمازیں، مدینہ میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتا تھا اور باقی نمازیں بھی جنگل میں، جہاں اس کی بکریاں تھیں، وہیں ادا کرتا تھا، پھر انہیں بکریوں میں اور زیادتی ہوگئی اور یہ جگہ بھی تنگ ہوگئی؛ لہٰذا شہر مدینہ سے دور جا کر اور جگہ لی، وہاں سے صرف جمعہ کی نماز کے لیے مدینہ آتا تھا اور پنجگانہ نمازیں، وہیں پڑھنے لگا، پھر اس مال کی فراوانی اور بڑھ گئی، تو یہ جگہ بھی چھوڑنی پڑی اور مدینے سے بہت دور چلا گیا، جہاں جمعہ اور جماعت سے محروم ہوگیا۔ کچھ عرصے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے اس کا حال دریافت کیا، تو لوگوں نے بتایا کہ اس کا مال اتنا زیادہ ہوگیا کہ شہر کے قریب، اس کی گنجائش ہی نہیں؛ اس لیے اس نے دور جا کر قیام کیا ہے اور یہاں نظر نہیں پڑتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تین دفعہ فرمایا: ”یا ویح ثعلبة !!!“ یعنی ثعلبہ پر افسوس ہے۔

اتفاق سے اسی زمانے میں آیتِ صدقات نازل ہوئی، جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے صدقات وصول کرنے کا حکم دیا گیا۔ آپ نے مویشی کے صدقات کا مکمل قانون لکھوا کر دو شخصوں کو عاملِ صدقہ کی حیثیت سے مسلمانوں کے مویشی کے صدقات وصول کرنے کے لیے بھیج دیا اور ان کو حکم دیا کہ ثعلبہ بن حاطب کے پاس بھی پہنچیں اور بنی سُلیم کے ایک اور شخص کے پاس جانے کا بھی حکم دیا۔

یہ دونوں جب ثعلبہ کے پاس پہنچے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان دکھایا، تو ثعلبہ کہنے لگا کہ یہ تو جزیہ ہوگیا، جو غیر مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اور پھر کہا کہ اچھا اب تو آپ جائیں اور جب واپس ہوں، تو یہاں آجائیں۔ یہ دونوں چلے گئے

اور دوسرے شخص سلیمی نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا، تو اپنے مویشی اونٹ اور بکریوں میں، جو سب سے بہتر جانور تھے، نصابِ صدقہ کے مطابق وہ جانور لے کر خود ان دونوں قاصدانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا، انھوں نے کہا کہ ہمیں تو حکم یہ ہے کہ جانوروں میں اعلیٰ چھانٹ کر نہ لیں؛ بل کہ متوسط وصول کریں؛ اس لیے ہم تو یہ نہیں لے سکتے۔ سلیمی نے اصرار کیا کہ میں اپنی خوشی سے یہی پیش کرنا چاہتا ہوں، یہی جانور قبول کر لیجیے۔

پھر یہ دونوں حضرات دوسرے مسلمانوں سے صدقات وصول کرتے ہوئے واپس آئے تو پھر ثعلبہ کے پاس پہنچے، تو اس نے کہا: لاؤ وہ قانونِ صدقات مجھے دکھلاؤ، پھر اس کو دیکھ کر یہی کہنے لگا کہ یہ تو ایک قسم کا جزیہ ہو گیا، جو مسلمانوں سے نہیں لینا چاہیے۔ اچھا اب تو آپ جائیے، میں غور کروں گا، پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔

جب یہ دونوں حضرات واپس مدینہ طیبہ پہنچے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حالات پوچھنے سے پہلے ہی پھر وہ کلمہ دہرایا، جو پہلے فرمایا تھا: " **یا ویح ثعلبة ! یا ویح ثعلبة ! یا ویح ثعلبة !** " (یعنی ثعلبہ پر سخت افسوس ہے) یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا، پھر سُلیمی کے معاملے پر خوش ہو کر، اس کے لیے دعا فرمائی۔

اس واقعے پر یہ آیت نازل ہوئی: "**ومنهم من عاهد الله**" یعنی ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں، جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو مال عطا فرمائیں گے، تو وہ صدقہ خیرات کریں گے اور صالحینِ امت کی طرح، سب اہلِ حقوق، رشتہ داروں اور غریبوں کے حقوق ادا کریں گے، پھر جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے مال دیا، تو بخل کرنے لگے اور اللہ اور رسول کی اطاعت سے پھر گئے۔ "**فأعقبهم نفاقاً في قلوبهم**" یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بدعملی اور بدعہدی

کے نتیجے میں، ان کے دلوں میں نفاق کو اور پختہ کر دیا کہ اب ان کو توبہ کی توفیق ہی نہ ہوگی۔

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۸۸۴/۶، معالم التنزیل: ۸۷/۴-۸۸، معارف القرآن: ۴۹۴/۳)

سوئے خاتمہ کا اندیشہ

گناہ سے ایک روحانی نقصان و آفت یہ ہے کہ اس سے سوئے خاتمے کا اندیشہ ہے۔علامہ ابن القیم نے لکھا ہے:

" اعلم أن لِسُوءِ الخَاتمةِ – أَعَاذَنَااللّٰهُ مِنهَا– أسُبابًا،وأعظَمُهَا : الانكِبَابُ عَلى الدُّنيا ، والإعْرَاضُ عنِ الأُخْرٰى، والإقدَامُ ، والجُرأةُ عَلٰى مَعَاصِي اللّٰه ، ورُبَّمَا غَلَبَ عَلى الانْسَانِ ضَرُبٌ مِنَ الخَطِيئَةِ، ونَوعٌ من المَعصِيَةِ، وجَانِبٌ من الاعراضِ، ونَصِيبٌ من الجُرأةِ، والاقُدَامِ، فَمَلَكَ قَلبَهُ ، وَسَبَى عَقُلَه ، وَأَطفَأَ نُورَه ُ، وَأَرُسَلَ عَليهِ حُجُبَه ، فلم تنفع فيه تذكرة ، ولا نَجَحَتُ فيه مَوعِظَةٌ، فرُبَّمَاجاءَ هُ الموتُ على ذلك."

(جان لو کہ سوئے خاتمے کے کئی اسباب ہیں- اللہ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے- ان اسباب میں سے بڑا سبب، دنیا میں انہماک، آخرت سے اعراض ، اللہ کی معصیت پر اقدام و جرأت ہے اور بسا اوقات انسان پر گناہ کی کوئی خاص قسم، معصیت

کی کوئی شکل، اعراض کی کوئی جانب اور اقدام و جرأت کا کوئی حصہ غالب ہو جاتی ہے، پھر وہ اس کے دل پر قبضہ جما لیتی، اس کی عقل کو قید کر لیتی، اس کے دل کے نور کو بجھا دیتی اور اپنے حجابات اس پر ڈال دیتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پھر اس کو کوئی نصیحت فائدہ نہیں دیتی اور کوئی وعظ و پند کامیاب نہیں ہوتا اور بسا اوقات اسی حالت پر اس کی موت آجاتی ہے) (الجواب الکافی:۱۶۶)

لہٰذا گناہ سے پرہیز اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس خطرناک صورتِ حال سے بچا جائے اور موت اچھی حالت میں واقع ہو۔ علما نے گناہوں سے سوئے خاتمے کے بارے میں متعدد واقعات نقل کیے ہیں۔ یہاں دو چار پیش کیے جاتے ہیں۔

ایک عبرت انگیز حکایت

ایک شخص کا قصہ، متعدد اکابرین نے نقل کیا ہے کہ وہ ایک ''اسلم'' نامی شخص پر عاشق ہو گیا اور اس کی محبت میں گھلنے لگا، یہاں تک کہ بیمار ہو گیا اور بستر کا ہو گیا اور اس کا معشوق یہ حالت دیکھ کر اس سے نفرت کرنے لگا اور اس کے پاس آنے سے رک گیا، اس پر اس عاشق نے درمیان میں کسی کو واسطہ بنایا کہ وہ کسی طرح اس کو بلا لائے، ایک بار اس معشوق نے وعدہ کر لیا کہ وہ فلاں دن آئے گا؛ مگر عین وقت پر اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ اس سے تو میری بدنامی ہوگی، میں ایسی جگہ نہیں آؤں گا، جب لوگوں نے اسے جا کر بتایا کہ تیرے معشوق نے آنے سے انکار کر دیا اور وہ واپس ہو گیا، تو اس پر موت کی علامات ظاہر ہوئیں اور وہ اپنے معشوق کو خطاب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھنے لگا:

أسـلمُ ! يـا راحـةَ العَـلِيلِ!   و يَا شِفَاءَ المُدنَفِ النَّحِيلِ!

رِضَاکَ أَشْهٰی إِلٰی فُؤَادِي   مِـن رَّحْمَةِ الخَالِقِ الجَلِيل

(اے اسلم! اے بیمار کی راحت! اور کمزور عشق کے بیمار کی شفاء! تیری خوشنودی میرے نزدیک، اللہ خالق وجلیل کی رحمت سے زیادہ لذیذ ہے)

بس یہ کہنا تھا کہ روح قبض ہوئی اور اسی کفر کی حالت میں مر گیا اور ایک مردار کی محبت میں خدا سے بھی دور ہو گیا۔ (التذکرہ للقرطبی: ۴۲/۱، الجواب الکافی: ۱۶۸)

دیکھیے! ایک فانی انسان کی محبت کا کیا اثر ہوا کہ خدا کی محبت پر اس کو ترجیح دینے لگا اور اس کی محبت کو خدا کی رحمت سے بھی زیادہ لذیذ و پسندیدہ خیال کرنے لگا اور اسی حالت میں موت واقع ہوگئی۔

ایک اور شخص کا قصہ لکھا ہے کہ وہ اپنے گھر کے پیچھے کھڑا ہوا تھا کہ ایک لڑکی کا وہاں سے گزر ہوا اور اس نے اس سے پوچھا کہ ”حمام منجاب“ کہاں ہے؟ اس شخص نے اپنے ہی گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ”حمام منجاب“ یہی ہے۔ وہ لڑکی اس کے گھر میں داخل ہوئی، تو یہ شخص بھی اس کے پیچھے داخل ہوا، وہ سمجھ گئی کہ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے؛ لہٰذا اس نے اس پر خوشی و مسرت کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ یہاں ہمارے لیے عیش کے ایسے ایسے سامان ہونا چاہیے۔ اس شخص نے کہا کہ میں ابھی سب سامان لے کر آتا ہوں، یہ کہہ کر وہ بازار چلا گیا اور اس لڑکی کو گھر میں بغیر گھر بند کیے چھوڑ گیا۔ جب واپس ہوا تو دیکھا کہ وہ گھر سے جا چکی ہے، اس پر وہ اس کی محبت میں بے قرار ہو گیا اور راستوں اور گلیوں میں اس کو تلاش کرنے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا :

يَـا رُبَّ قَـائِـلَةٍ يَـومًا وَقَدْ تَـعِبَتْ

كَيْفَ الطَّرِيقُ إِلٰى حَمَّامِ مِنْجَابِ؟

(اے ایک دن تھکے حال میں یہ کہنے والی کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے؟)
ایک بار وہ اسی طرح کہتا جا رہا تھا کہ ایک باندی نے اپنے گھر کے اندر سے، اس کا جواب دیا :

هَلَّا جَعَلْتَ سَرِيْعًا إِذْ ظَفِرْتَ بِهَا
حِرْزاً عَلَى الدَّارِ أَوْ قُفُلا عَلَى البَابِ

(یعنی تو نے جب اس کو پایا تھا، تو جلدی سے کیوں گھر پر کوئی آڑ، یا دروازے پر قفل نہیں لگا دیا؟)

یہ سن کر اس کا غم اور بڑھ گیا اور وہ اسی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا، اور اس طرح ایک عورت کی محبت میں اس کا نام لیتے لیتے مر گیا۔

(العاقبۃ فی ذکر الموت لعبد الحق الاشبیلی: ۱۷۹، الجواب الکافی: التذکرہ امام قرطبی: ۱/۲۸، الثبات عند الممات لابن الجوزی: ۷۹)

اسی نوع کا ایک قصہ بڑا عبرت ناک یہ ہے کہ مصر میں ایک شخص بڑا عابد و زاہد تھا، ہمیشہ مسجد میں رہا کرتا تھا، اس پر عبادت کا نور اور ذکر کے انوار معلوم ہوتے تھے، ایک بار اذان دینے کے لیے حسب معمول مسجد کے منارے پر چڑھا اور نیچے ایک عیسائی کا مکان تھا، اس کی نظر اس گھر میں پڑی اور دیکھا کہ عیسائی کی لڑکی، بہت حسین و جمیل ہے، وہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور اذان دینے کے بجائے، وہاں سے اتر کر اس کے گھر گیا، اس لڑکی نے پوچھا کہ کیا ہے؟ تو کہا کہ میں تجھے چاہتا ہوں، اس نے کہا کہ تو تو مسلمان ہے اور میرا باپ کبھی تجھ سے میری شادی نہیں کر سکتا، تو اس نے کہا کہ میں نصرانی ہوتا ہوں۔ الغرض وہ نصرانی ہو گیا اور شادی ہو گئی اور اسی دن کسی کام سے اس عیسائی کے گھر کی چھت پر چڑھا تو پیر پھسلا اور گر کر اسی حالت کفر میں

مرگیا۔

(التذکرہ للقرطبی: ۴۲/۱، العاقبۃ فی ذکر الموت: ۱۸۱، الکبائر للذھبی: ۲۲۷، الجواب الکافی: ۱۶۷)

الغرض معصیت وگناہ، کبھی انسان کو کفر و بے ایمانی میں مبتلا کردیتے ہیں اور اسی حال میں وہ دنیا سے چلا جاتا ہے اور جہنم رسید ہوجاتا ہے۔

أَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِن شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ، وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا .

دل کالا ہوجاتا ہے

گناہ کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے دل کالا ہوجاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن المؤمن إذا أذنَبَ ذَنباً ، كانتْ نُكتَةٌ سَودَاءُ في قَلبِهِ، فَإنْ تَابَ، ونَزَعَ، وَاسْتَغفَرَ؛ صَقِلَ مِنهَا قَلبُه، وإنْ زَادَ زَادَتْ، حَتّٰى يُغلَقَ بهَا قَلبُه، فَذٰلِکَ الرَّانُ الّذِيْ ذَكَرَاللّٰهُ فيِ قولِه: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبُهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾

(مؤمن جب گناہ کرتا ہے، تو وہ اس کے دل میں ایک کالا نکتہ بن جاتا ہے، پھر اگر توبہ کرلیتا اور گناہ سے الگ ہوجاتا اور استغفار کرلیتا ہے، تو اس کا دل صاف ہوجاتا ہے اور اگر گناہ سے توبہ کے بجائے، اس میں زیادتی کرتا ہے، تو وہ نکتہ بھی بڑھتا جاتا

ہے، یہاں تک کہ دل اس سے بند ہو جاتا ہے، یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں ذکر کیا ہے: ﴿ كَلَّا! بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ (ہرگز نہیں! بل کہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے)

(ترمذی: ۳۳۳۴، الآداب للبیہقی: ۲/۱۱۱، وللفظ لہ، سنن کبری للنسائی: ۲/۱۸۳، سنن بیہقی: ۱۰/۱۸۸، المستدرک للحاکم: ۱/۳)

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کا اثر یہ بھی ہے کہ اس سے دل میں ایک کالا نکتہ و داغ لگ جاتا ہے اور اگر گناہ پر اصرار کرے تو یہ بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ پورا دل کالا ہو جاتا ہے۔

دل پر مہر لگادی جاتی ہے

گناہ کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ دل پر مہر لگادی جاتی ہے، جس کی وجہ سے حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت سے، انسان محروم ہو جاتا ہے؛ بل کہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے :

﴿ أَفَرَءَ يْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ، وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ، وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ، وَقَلْبِهٖ، وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً، فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِاللّٰهِ، أَفَلاَ تَذَكَّرُوْنَ ﴾

(کیا آپ نے دیکھا، اس کو جس نے اپنی خواہش کو خدا بنالیا اور اللہ نے علم کے باوجود اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا، پس اللہ کے گمراہ کرنے کے بعد، اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔ کیا تم نصیحت

نہیں پکڑتے؟)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جب اللہ کے حکم کو چھوڑ کر اپنی خواہش پر چلتا ہے، تو اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی جاتی اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے :

” لَیَنْتَهِیَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ ، أَوْ لَیَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ، ثُمَّ لَیَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِیْنَ“

(لوگ یا تو جمعہ چھوڑنے سے ضرور باز آجائیں یا نہیں تو اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے، پھر یہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے)

(مسلم:۲۰۳۹، سنن نسائی:۱۳۷۰، سنن بیہقی:۲/۳۸۷، صحیح ابن حبان:۲۲/۱۰)

ایک اور حدیث اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

”مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثاً طُبِعَ عَلٰی قَلْبِهٖ ، وَجُعِلَ قَلْبُهٗ قَلْبَ مُنَافِقٍ“

(جو شخص تین جمعہ چھوڑ دے اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے اور اس کے دل کو منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے) (اتحاف الخیرۃ المہرۃ:۲/۲۷۲)

جمعہ کا چھوڑنا ایک بدترین گناہ ہے؛ کیوں کہ یہ اہم الفرائض میں سے ہے؛ لہٰذا اس کا ترک، گناہِ کبیرہ ہے اور جو اس گناہ کو بار بار کرے، تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ گناہ و معصیت کا ایک نتیجہ و اثر یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔

ذلت وخواری

گناہ کے نتیجے میں ایک وبال یہ ہوتا ہے کہ بندہ اللہ کی نگاہ میں، ذلیل وخوار ہو جاتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی نگاہوں میں بھی ذلت و رسوائی ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"فَالنَّاسُ رَجُلَان : بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيمٌ عَلَى اللّٰهِ ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللّٰهِ "(لوگ دو قسم کے ہیں: ایک وہ شخص، جو نیک متقی اللہ کی نظر میں مکرم ہے اور دوسرا وہ جو فاجر و بدبخت، اللہ کی نظر میں ذلیل ہے)

(ترمذی:۳۲۷۰، صحیح ابن حبان:۹/۱۳۷)

اس حدیث میں انسانوں کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں: ایک وہ جو نیکی و تقوے والے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ " كَرِيمٌ عَلَى الله " (اللہ کے نزدیک مکرم) ہیں اور دوسری قسم وہ، جو فسق و فجور میں مبتلا، بدبختی کی شکار ہیں۔ اس کے بارے میں فرمایا :"هَيِّنٌ عَلَى اللّٰهِ"(اللہ کی نگاہ میں ذلیل) ہیں۔

معلوم ہوا کہ گناہوں کی وجہ سے انسان اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہو جاتا ہے اور کیوں نہ ہو، جب کہ اسی خدا کی نافرمانی میں وہ مبتلا ہے اور اسی کو ناراض کر رہا ہے، جس کو خوش کرنے سے بندہ کا اکرام ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا :

﴿ إِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (تم میں سے سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے، جو سب سے زیادہ متقی ہو)

اور ایک حدیث میں ہے :

" مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ أَكْرَمَ النَّاسِ ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ " (جو شخص یہ چاہتا

ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ مکرم ہو جائے، تو وہ اللہ سے تقوی اختیار کرے)

(مستدرک: ۲۸۰/۴)

لہٰذا گناہوں سے بچنے اور تقوی اختیار کرنے پر اللہ کے نزدیک اکرام ہوتا ہے اور گناہ کرنے سے اکرام کے بجائے ذلت ہوتی ہے۔ یہی وہ ذلت و رسوائی کا عذاب ہے، جس میں بنی اسرائیل کو گرفتار کیا گیا اور قرآن میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ چناں چہ فرمایا :

﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾[البقرہ:٦١]

(ان پر ذلت و مسکنت کا ٹھپہ لگا دیا گیا)

اور جب اللہ کی نظر میں انسان گر جاتا ہے اور ذلت و خواری میں پڑ جاتا ہے، تو خود انسان بھی اس کو ذلیل سمجھنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ مال و دولت، عہدہ و منصب ہونے کے باوجود، اللہ اس کو لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل کر دیتا ہے اور اگر کوئی ظاہراً اور سامنے عزت و توقیر کر بھی لیتا ہے، تو اس کا دل اس سے نفرت کرتا ہے۔

مؤمنین کے دلوں میں بغض

گناہوں کی وجہ سے ایک بات یہ ہوتی ہے کہ اہل حق اور مؤمن حضرات کے دلوں میں گنہ گار سے بغض و نفرت پیدا ہو جاتی ہے، جس طرح نیکی و تقوے کی وجہ سے اہل حق کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کا قول ہے :

" إِنَّ لِلْحَسَنَةِ ضِيَاءً فِي الْوَجْهِ ، وَنُوراً فِي الْقَلْبِ، وَسَعَةً فِي الرِّزْقِ، وقُوَّةً فِي الْبَدَنِ، وَ مَحَبَّةً فِي قُلُوبِ الْخَلْقِ، وَإِنَّ لِلسَّيِّئَةِ سَوَاداً فِي الْوَجْهِ ، وَظُلْمَةً

فِي القَبْرِ، وَالقَلْبِ، و وَهْناً فِي البَدَنِ ، وَنَقْصاً فِي الرِّزْقِ ، وبُغْضَةً فِي قُلُوبِ الخَلْقِ"

(بلا شبہ نیکی کی وجہ سے چہرے میں ایک چمک ، دل میں نور ، رزق میں کشادگی ، بدن میں طاقت اور مخلوق کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور گناہ کی وجہ سے چہرے میں سیاہی ، قبر و دل میں ظلمت ، بدن میں کمزوری ، رزق میں نقصان اور مخلوق کے دلوں میں بغض پیدا ہوتا ہے۔)

(الجواب الکافی:۵۱)

اور سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ اس بات سے بچے کہ مؤمنوں کے دل اس پر لعنت کریں، اس طرح کہ اس کو پتہ بھی نہ چلے، پھر فرمایا : کیا جانتے ہو کہ یہ کس طرح ہوگا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، تو فرمایا :

" إِنَّ العَبدَ يَخْلُو بِمَعَاصِيْ اللّٰهِ ، فَيُلْقِيْ اللّٰهُ بُغْضَهُ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِن حَيْثُ لَا يَشْعُرُ"

(بلا شبہ بندہ، تنہائی میں خدا کی معصیتوں میں مبتلا ہوتا ہے، پس اللہ تعالی اس سے بغض و نفرت مؤمنین کے دلوں میں ڈال دیتا ہے، اس طرح پر کہ اس کو اس کا شعور بھی نہیں ہوتا) (حلیۃ الاولیاء:۱/۲۱۵، الجواب الکافی:۵۳)

دل پر موت

گناہ کے خبیث اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دل پر موت طاری ہو جاتی ہے۔ بعض علمائے ربانیین کہتے ہیں کہ گناہ سے دل پر مردنی و موت طاری ہو جاتی ہے، گویا گنہ گار کا دل، مردہ دل ہوتا ہے، زندہ دل نہیں ہوتا۔

چناں چہ حضرت امام عبد اللہ بن المبارک جو بڑے زبردست محدث وفقیہ تھے، وہ کہا کرتے تھے:

رَأَیْتُ الذُّنُوبَ یُمِیْتُ القُلُوبَ   وَقَد یُورِثُ الذُّلَّ إِدْمَانُهَا
وَتَرکُ الذُّنُوبِ حَیَاۃُ القُلُوبِ   وَ خَیْرٌ لِنَفْسِکَ عِصْیَانُهَا

(میں نے گناہوں کو دیکھا کہ وہ دلوں کو مردہ بناتے ہیں اور اس پر اصرار ذلت ورسوائی لاتا ہے اور ترکِ گناہ دلوں کی زندگی ہے اور تیرے لیے خیر و بھلائی نفس کی مخالفت میں ہے)

(بہجۃ المجالس للامام النمری:٦ ٢٤، ادب الدنیا والدین للماوردی:١١٧)

اس میں حضرت عبد اللہ بن المبارک نے گناہوں کو دل کی موت اور طاعت کو دل کی زندگی کہا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے، خیالی فلسفہ نہیں ۔ اس لیے کہ گنہ گار کا دل ان ساری خوبیوں و کیفیات سے خالی ہوتا ہے، جو ایک زندہ دل کی ہوتی ہیں، اسے جینے میں مزہ نہیں آتا، اس کو سکون نہیں نصیب ہوتا، اسے ہر وقت بے چینی ہوتی رہتی ہے، اس کے اوقات میں اور کھانے ورزق میں سے برکت اٹھالی جاتی ہے، اس کے دل میں ایک وحشت پیدا ہو جاتی ہے؛ خاص کر اللہ والوں سے اور نیکی و خیر کے کاموں سے ایک وحشت محسوس کرتا ہے، پھر کہاں سے اس کو جینے کا مزہ آئے گا۔

مناجات وطاعت کی لذت سے محرومی

گناہ کا ایک بہت بڑا وبال یہ ہے کہ طاعات وعبادات میں کوئی مزہ وحلاوت محسوس نہیں ہوتی ؛ کیوں کہ گناہ کرتے کرتے جب دل مردہ ہو جاتا ہے، تو اس کو طاعت وعبادت میں مزہ نہیں آتا اور اس سے یہ دولت چھن جاتی ہے، اب نماز ہو، یا ذکر ہو، یا تلاوت ہو، سب اس کو بے مزہ معلوم ہوتے ہیں۔

اور اس کی دو وجوہات ہیں:

ایک یہ کہ گناہ کرتے کرتے گنہ گار کا دل مردہ ہو چکا ہے، دل میں کوئی زندگی ہو تی، تو وہ ان طاعات وعبادات کا مزہ محسوس کرتا، جب دل مردہ ہو چکا، تو اسے کہاں سے مزہ محسوس ہوگا؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر دل زندہ بھی ہے تو بیمار و مریض ہے اور بیمار آدمی جس طرح کھانوں اور غذاؤں کا مزہ نہیں پاتا؛ بل کہ مزے کی جگہ، اس کو ان میں بدمزگی معلوم ہوتی ہے، اسی طرح گنہ گار کو بھی روحانی صحت نہ ہونے اور بیمار ہونے کی وجہ سے ان عبادات وطاعات میں مزہ نہیں معلوم ہوتا۔

امام جرح وتعدیل ابن ابی حاتم نے حضرت سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے کہ فرمایا:

"بَلَغَنِي أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ : إِنّ أَهْوَنَ مَا أَصْنَعُ بِالْعَالِمِ، إِذَا آثَرَ الدُّنْيَا ، أَنْ أَنْزِعَ حَلَاوَةَ مُنَاجَاتِي مِنْ قَلْبِهٖ"

(مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ عالم، جب دنیا کو ترجیح دیتا ہے، تو میں کم سے کم جو اس کے ساتھ کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس کے دل سے مناجات کی لذت وحلاوت نکال لیتا ہوں۔ (الجرح والتعدیل:۲/۱۲۱)

اسی کے قریب قریب امام غزالی نے لکھا ہے کہ بعض اخبار میں ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"إِنّ أَدْنٰى مَا أَصْنَعُ بِالعَبْدِ إِذَا آثَرَ شَهْوَتَهُ عَلٰى طَاعَتِيْ ، أَنْ أَحْرِمَهُ لَذَّةَ طَاعَتِيْ" (بندہ جب اپنی خواہشات کو میری طاعت پر ترجیح دیتا ہے، تو میں اس کے ساتھ جو کم سے کم کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس کو طاعت کی لذت سے

محروم کردیتا ہوں)

(احیاء العلوم: ۴/۵۴، مگر یہ مرفوعاً ثابت نہیں، دیکھو تذکرۃ الموضوعات للامام طاہر الفتنی: ۱۸۲)

اور ابو حیرہ کہتے ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "گناہ کی سزا یہ ہے کہ عبادت میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے، معاش میں تنگی ہو جاتی ہے اور لذت میں پریشانی ہو جاتی ہے"۔

(کتاب التوبہ لابن عساکر: ۲۴۴)

حضرت عبداللہ بن المبارک کہتے ہیں کہ حضرت وھیب بن الورد سے پوچھا گیا کہ کیا گناہ کرنے والا عبادت کی لذت پاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: " **لا ! ولا مَنْ يَهُمُّ بمعصيةِ الله** " (نہیں، گناہ کرنے والا تو ایک طرف، گناہ کا ارادہ کرنے والا بھی عبادت کی لذت نہیں پاتا) (ذم الھوی: ۱۸۴، الزواجر للمکی: ۱/۳۸)

اور اسی وجہ سے عبداللہ الرازی کا یہ قول مالک بن دینار نے نقل کیا ہے :

" **إنْ سَرَّكَ أَنْ تَجِدَ حَلاوَةَ العِبَادَةِ ، وَتَبْلُغَ ذِرْوَةَ سَنَامِهَا فَاجْعَلْ بَيْنَكَ ، وَبَيْنَ شَهَوَاتِ الدُّنْيَا حَائِطاً مِنْ حَدِيدٍ** "

(اگر تجھے یہ بات خوش کرتی ہے کہ تو عبادت کی حلاوت پائے اور اس کی بلندی کو پہنچے تو اپنے اور دنیوی خواہشات کے درمیان، لوہے کی ایک دیوار بنا دے)

(المجالسۃ للدینوری: ۳/۵۳۳)

اور حضرت بشر حافی کہتے ہیں کہ بندہ گناہ کرتا ہے، تو وہ رات کی عبادت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ (ذم الھوی: ۱۸۴)

دلوں میں بغض وعداوت اور اندھا پن

اللہ کے حکموں کی پامالی ونافرمانی کا ایک وبال یہ بھی ہے کہ دلوں میں بغض و عداوت پیدا ہو جاتی اور ظاہری آنکھیں ہونے کے باوجود، دل کی آنکھیں سلب ہو جاتی ہیں۔

ایک مرسل حدیث میں حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِذَا أَظْهَرَ النَّاسُ الْعِلْمَ، وَضَيَّعُوا الْعَمَلَ، وَتَحَابُّوا بِالأَلْسِنِ، وَتَبَاغَضُوا بِالْقُلُوبِ، وَتَقَاطَعُوا بِالأَرْحَامِ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ عزوجل عِنْدَ ذٰلِكَ، فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ'' (جب لوگ علم کا مظاہرہ کریں اور عمل کو ضائع کریں اور زبانوں سے محبت کا اظہار کریں اور دلوں سے ایک دوسرے سے بغض کریں اور رشتہ داری کو توڑیں، تو اس وقت اللہ تعالی ان پر لعنت کرتے ہیں اور ان کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا بنا دیتے ہیں) (العقوبات:۱۲، الجواب الکافی:۴۶)

علم سے محرومی

گناہ ایک روحانی روگ یہ پیدا کر دیتا ہے کہ آدمی علم دین سے محروم ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ علم دین ایک نور ہے، جو اللہ کی جانب سے قلب میں ڈالا جاتا ہے اور معصیت دراصل ظلمت و اندھیری ہے، جو اس نور کو بجھا دیتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ امام شافعی، جب امام مالک کی خدمت میں علم سیکھنے گئے اور امام

مالک کے سامنے بیٹھ کر پڑھنے لگے،تو امام مالک نے ان کی کمال فہم و فطانت و وفور بیدار مغزی کو دیکھ کر ان سے کہا :

”إنِّي أرَى اللّٰه ، قَد اَلقٰى عَلَى قَلُبِکَ نُوراً ، فَلاَ تُطُفِئهُ بِظُلمَةِ الُمَعصِيَةِ“

(میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ نے تمھارے قلب پر نور ڈال دیا ہے؛لہٰذا تم گناہ کر کے اس کو بجھا نہ دینا) (الجواب الکافی:۵۲)

اور خود امام شافعی کہتے ہیں :

شکوتُ إلٰی وَکِیعٍ سُوءَ حِفُظِي
فَأَوُصَانِيُ إلٰی تَرُکِ المَعَاصِيُ
إنَّ العِلُمَ نُوُرٌ مِن إلٰہٖ
وَنُورُ اللّٰهِ لا يُعطٰی لِعَاصِيُ

(میں نے اپنے استاذ امام وکیع سے حافظے کی کمزوری کا شکوہ کیا،تو انھوں نے مجھے گناہ ترک کر دینے کی وصیت کی ؛ کیوں کہ علم اللہ کا ایک نور ہے اور اللہ کا نور کسی گنہ گار کو نہیں دیا جاتا)

اہل اللہ سے وحشت

علما نے لکھا ہے کہ گنہ گار کو اللہ سے بھی اور اس کے نیک بندوں سے بھی ایک وحشت ہو جاتی ہے؛اسی لیے ایسے لوگ اہل اللہ سے اور ان کے حلقوں و مجالس سے دور بھاگتے ہیں اور بالآخر ان سے محروم رہ جاتے ہیں، نہ علم ملتا ہے اور نہ عمل، نہ تقوی ملتا ہے، نہ معرفت ۔اس طرح یہ گناہ کی وجہ سے وحشت میں مبتلا ہو کر دین ہی سے محروم ہو جاتے ہیں اور دوسری جانب یہ شیطان سے قریب ہوتے ہیں اور شیطان ان

کواپنے مقاصد میں استعمال کرتا ہے۔

گناہ کے ظاہری مصائب وآفات

گناہ کے روحانی مفاسد وآفات کے بعد ایک نظر اس کے ظاہری وجسمانی مفاسد وآفات پربھی ڈال لیجئے اور گناہ کے ناپاک ومنحوس اثرات وکیفیات کوسمجھنے کی کوشش کیجئے۔

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ گناہوں کی وجہ سے انسان پر مصائب بھیجے جاتے ہیں۔ یہی تو وہ گناہ ومعاصی ہیں، جن کی وجہ سے دنیا میں بڑی بڑی قوموں کو ہلاک کردیا گیا۔

قرآن پاک میں ہے :

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ، وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ [الروم:۴۱]

(خشکی وسمندر میں فساد پھیل گیا، لوگوں کے کرتوت کی وجہ سے؛ تاکہ اللہ ان کوان کے بعض اعمال کی سزادے؛ تاکہ وہ لوٹ آئیں)

ایک اور موقعے پر فرمایا ہے :﴿ وَمَآ أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ ، فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيْكُمْ ، وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ:۳۰]

(اور جو بھی کوئی مصیبت تم کو آتی ہے، وہ تمھارے کرتوت کی وجہ سے ہے اور اللہ بہت سے گناہ معاف کردیتا ہے)

یہ فساد کیا ہے؟ یہ برکتوں کا اٹھ جانا، کھیتیوں کا سوکھ جانا، یا برباد ہو جانا، بارشوں کا نہ ہونا اور قحط سالی وخشک سالی کا ہونا، حوادثات ومصائب کا پیش آنا، تیز وتند ہواؤں کا چلنا، سیلاب، طوفان، سونامی، زلزلے، یہ سب فسادات ہیں، جو

انسانوں کے گناہوں کی وجہ سے دنیا میں واقع ہوتے رہتے ہیں۔

گناہوں کے اثرات اور حجر اسود

گناہ ایک ظلمت ہے، اس کی ظلمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ حجر اسود (کالا پتھر) جنت سے لایا گیا تھا اور وہ بہت زیادہ سفید تھا؛ بنی آدم کے گناہوں سے وہ کالا پڑ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اہلِ شرک کے گناہوں سے کالا ہو گیا۔

(ترمذی: ۸۷۷، مسند احمد: ۳۰۴۷، جامع الاصول: ۶۸۸۲، شعب الایمان: ۴۰۳۴، کنز العمال: ۳۴۷۲۶)

قابلِ غور یہ ہے کہ جب حجر اسود نے انسانوں کے گناہ کو چوسا، تو وہ خود ان کی ظلمت سے کالا ہو گیا، تو خود انسان کے دل پر اس کی ظلمت کا کس قدر اثر ہوتا ہوگا؟ اور اس کا دل کس قدر کالا ہو جاتا ہوگا؟ لہٰذا انسان اگر توبہ نہیں کرے گا، تو اس کا دل گناہوں کی ظلمت سے سیاہ ہو جاتا ہے۔

چناں چہ ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک کالا نکتہ لگ جاتا ہے، اگر وہ توبہ واستغفار کر لیتا ہے تو وہ دھل جاتا اور صاف ہو جاتا ہے اور اگر دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ اس نکتہ میں اضافہ ہوتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے، فرمایا کہ یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے:

﴿ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ﴾ [سورۂ تطفیف:]

(ہرگز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے)

(ترمذی: ۳۳۳۴، سنن کبری نسائی: ۱۸۳/۲، صحیح ابن حبان: ۲۷۸۷)

اور یہی مضمون حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ لگتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک '' کاذبین'' یعنی جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔'' (موطا مالک: ۱۷۹۴)

معلوم ہوا کہ گناہ ایک ظلمت ہے اور اس کا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے اور وہ کالا ہو جاتا ہے؛ الا یہ کہ وہ توبہ کر لے اور گناہوں سے باز آجائے۔

سونامی اور زلزلے کیوں آتے ہیں؟

لوگ کہتے ہیں کہ سونامی اور زلزلے ایک طبعی بات ہے اور ان کے کچھ طبعی اسباب ہوتے ہیں؛ جو سائنس دانوں نے بیان کیے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں کہ زمین میں ایک لاوا پکتا رہتا ہے اور جب اس کے پکنے کی وجہ سے زمین کے اندر گرمی اپنی حد کو پہنچ جاتی ہے، تو وہ باہر نکلنے کے لیے مجبور ہوتی؛ جس کی وجہ سے زمین میں حرکت ہوتی ہے اور اسی کا نام زلزلہ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ تو ظاہری سبب ہے؛ مگر سوال یہ ہے کہ یہ لاوا کیوں پکتا ہے اور اس کو کون پکاتا ہے اور پھر کبھی کبھی اور کہیں کہیں کیوں اس کو باہر نکالا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے کیوں زلزلہ ہوتا ہے؟ اس '' کیوں'' کا کوئی جواب ان لوگوں کے پاس نہیں ہے، اس کا جواب وہ دے سکتے ہیں، جس کی نگاہیں ظاہری اسباب سے گزر کر باطنی کوائف کا بھی مطالعہ کرتی ہیں اور وہ حضرات انبیا و رسل اور ان کے وارثین ہیں۔

چناں چہ امام ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب '' العقوبات'' میں ایک مرسل حدیث ذکر کی ہے کہ ایک بار حضرت رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہد مبارک میں مدینے میں زلزلہ ہوا، تو آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا اور اس سے فرمایا کہ ''

اسْكُنِي ، فإنَّه لَمْ يَأنِ لَکَ بَعدُ ‘‘(ساکن ہو جا؛ کیوں کہ ابھی تیرے لیے وقت نہیں آیا) پھر آپ نے صحابہ کی جانب توجہ کی اور فرمایا کہ اللہ تم سے توبہ چاہتا ہے؛ لہٰذا توبہ کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمر کے عہد میں زلزلہ آیا، تو حضرت عمر نے فرمایا:

’’یاأیّھاالناس!ماکانت ھذہ الزلزلۃ إلاعن شيء أحدثتموہ، والذي نفسي بیدہ لئن عادت لا أسکنکم فیھا أبداً‘‘

(اے لوگو! یہ زلزلہ اسی وجہ سے ہوا ہے کہ تم کچھ نئی بات (گناہ کی) کرنے لگے ہو؛ لہٰذا اگر دوبارہ ایسا ہوا، تو میں اس زمین میں تمہارے ساتھ کبھی نہیں رہوں گا۔

(العقوبات لابن ابی الدنیا:۲۰)

امام حاکم اور امام ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ایک بار، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے اور ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھے، انھوں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ اے ام المؤمنین! ہمیں زلزلے کے بارے میں بتایئے؟ حضرت عائشہ نے ان سے اپنا چہرہ موڑ لیا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے بھی عرض کیا کہ ہمیں زلزلے کے بارے میں خبر دیجیے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اے انس! اگر میں تم کو بتاؤں، تو اس سے تم کو زندگی میں بھی غم ہوگا اور جب قیامت میں اٹھائے جاؤ گے، تب بھی تم غمگین ہوگے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے امی! بتا دیجیے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ جب عورت اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور کے گھر اپنے کپڑے اتارتی ہے، تو اپنے

اور اللہ کے درمیان کا حجاب پھاڑ دیتی ہے اور جب وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے لیے عطر لگاتی ہے، تو اس پر آگ اور عار ہوتی ہے؛ نیز کہا:

”إِذَا اسْتَبَاحُوا الزِّنَا،وشَرِبُوا الخَمرَ،وضَرَبُوا المَغَانِي، وغَارَ اللّٰهُ في سمائه ، فقالَ للأرض : تَزَلْزَلِيْ بِهِمْ فإنْ تابُوا، و نَزَعُوا ، و إلَّا هَدَمَهَا عَليهِم“

(جب لوگ زنا کو حلال کر لیتے اور شراب پیتے اور گانے بجاتے ہیں اور اللہ تعالی کو آسمان پر غیرت آتی ہے، تو زمین سے کہتے ہیں کہ تو ان کو ہلا کر رکھ دے، پس اگر وہ توبہ کر لیں اور گناہ سے دور ہو جائیں ک تو ٹھیک، ورنہ ان پر زمین کو گرا دیتے ہیں)

حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا یہ عذاب ہوتا ہے، تو فرمایا: بل کہ یہ مؤمنین کے لیے عبرت، رحمت و برکت ہوتا ہے اور کافروں کے لیے مصیبت، عذاب اور خدا کی ناراضی ہوتا ہے۔

(المستدرک حاکم:۴/۵۶۱، العقوبات:۱۹)

امام ابن ابی الدنیا کی ”العقوبات“ میں حضرت عائشہ کے شروع کے جملے نہیں ہیں اور امام حاکم نے اس کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے؛ لیکن حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں کہا کہ میں اس کو موضوع خیال کرتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں نعیم بن حماد راوی ہیں، جن پر علما نے کلام کیا ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ ظاہر ہے کہ صرف اتنی بات سے حدیث کا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا، جب تک کہ راوی کا کذاب ہونا، ثابت نہ ہو اور یہ راوی نعیم بن حماد

بعض کے نزدیک ثقہ ہیں اور بعض کے نزدیک ضعیف اور ضعف کی وجہ حافظے کی کمزوری، خطا کی زیادتی وغیرہ بتائی جاتی ہے؛ لہٰذا احقر کے نزدیک اس حدیث کو ضعیف کہنا مناسب ہے، نہ کہ موضوع۔ واللہ اعلم۔

(دیکھو تہذیب التہذیب: ۱۰/۴۱۰-۴۱۲)

تاریخ نے نقل کیا ہے کہ حضرت کعب نے فرمایا کہ زمین کو زلزلہ اس وقت ہوتا ہے، جب اس پر معاصی کا ارتکاب کیا جاتا ہے، پس وہ خوف خدا سے کانپتی ہے کہ اللہ اس پر مطلع ہوگا۔ نیز انہوں نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عمال کو شہروں میں لکھ بھیجا تھا :

''اما بعد: یہ زلزلہ، دراصل اللہ کا بندوں پر عتاب ہے اور میں نے تمام شہروں کو لکھا ہے کہ وہ فلاں ماہ کے فلاں دن نکلیں اور جس کے پاس جو ہے، اس میں سے صدقہ دیں؛ کیوں کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ (جس نے زکوۃ دیا اور اللہ کا ذکر کیا اور نماز پڑھی وہ کامیاب ہوگیا) اور یہ دعا کریں، جو حضرت آدم نے کی تھی: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا، وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا، وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں، تو ہم یقیناً گھاٹے والوں میں سے ہو جائیں گے) اور یہ دعا کریں، جو حضرت نوحؑ نے کی تھی: ﴿ وإِلَّا تَغْفِرْ لِيْ، وَ تَرْحَمْنِيْ، أَكُن مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (اور اگر آپ نے میری

مغفرت نہ کی اور مجھ پر رحم نہ کیا، تو میں گھاٹے والوں میں سے ہو جاؤں گا) اور یہ دعا کریں، جو حضرت یونس نے کی تھی: ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَکَ إِنِّي کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾ (کوئی معبود نہیں سوائے آپ کے، پاک ہے آپ کی ذات، بلا شبہ میں ہی ظالموں میں سے ہوں)

(حلیۃ الاولیاء:۲/۴۰۶، الجواب الکافی:۴۲-۴۳)

الغرض زلزلے ہوں یا اور کوئی مصیبت و آفت، یہ سب اللہ کی جانب سے عذاب کے طور پر، یا تنبیہ و تخویف کے طور پر آتے ہیں؛ تاکہ لوگ سنبھل جائیں اور اللہ کی جانب رجوع کرلیں۔

لعنت و ہلاکت و محرومیوں کے فیصلے

اسی طرح جب بندے گناہ کرتے رہتے ہیں اور توبہ نہیں کرتے، تو اللہ کی طرف سے لعنت، ہلاکت و محرومی کے فیصلے کردیے جاتے ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک قوم ظاہر ہوگی، جو دین کے نام سے دنیا طلب کرے گی، لوگوں کو دکھانے کے لیے، بکرے کے بالوں کا لباس اپنی نرمی ظاہر کرنے کے لیے پہنے گی، ان کی زبان شکر سے زیادہ میٹھی؛ لیکن دل بھیڑیوں کی طرح سخت ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان سے فرماتے ہیں: کیا تم لوگ میرے نام پر دھوکہ کھاتے ہو؟ یا میرے اوپر جرأت کرتے ہو؟ میں ان لوگوں پر ایک ایسا فتنہ بھیجوں گا، جس کے بارے میں ان کا عقلمند بھی حیران رہ جائے گا۔ (ترمذی:۲۴۰۴، شرح السنۃ:۴۱۹۹)

دیکھیے اس حدیث میں ایک قوم کا ذکر کیا گیا ہے، جو بہ ظاہر متواضع ونرم، شیریں زباں؛ مگر باطن کے لحاظ سے سخت ہوگی۔ یہ کون قوم ہے؟ وہ جو لوگوں کو دین کے نام سے دھوکہ دے گی اور اللہ کی نافرمانی کر کے اللہ پر جرأت کرے گی۔ ان سے اللہ تعالی ناراض ہوں گے اور فرمائیں گے کہ میں ان کو یہ سزا دوں گا کہ ان میں ایک فتنہ بھیجوں گا، جس کو دور کرنے کے لیے، ان کے بڑے سے بڑے عقلمند بھی حیران و سرگرداں ہوں گے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا :" إِذَا ظَهَرَ الزِّنَا ، وَالرِّبَا فِيْ قَرْيَةٍ ، فَقَدْ أَحَلُّوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ – وفي رواية الطبراني – كِتَابَ اللّٰهِ "(جب کسی گاؤں، شہر میں زنا وسود عام ہو جائے، تو وہاں کے لوگوں نے اللہ کا عذاب اپنے اوپر حلال کرلیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی کتاب (یعنی کتاب تقدیر) حلال کر لی)

(مستدرک: ۲/۴۳، معجم کبیر طبرانی: ۱/۱۹۲، شعب الایمان: ۷/۲۹۶)

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"مَا ظَهَرَ فِيْ قَوْمٍ الزِّنَا ، وَالرِّبَا ، إِلَّا أَحَلُّوْا بِأَنْفُسِهِمْ عِقَابَ اللّٰهِ " (کسی قوم میں زنا وسود عام نہیں ہوا؛ مگر وہاں کے لوگوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کرلیا) (صحیح ابن حبان: ۱۰/۲۵۸)

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اہلِ اسلام کے ہاتھوں قبرص فتح ہوا اور وہاں سے بہت سا مال غنیمت لایا گیا اور بہت سے غلام و باندی بھی قبضے میں آئے، تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ وہ ایک کونے میں

بیٹھے رو رہے ہیں، حضرت جبیر بن نفیر نے عرض کیا کہ آپ رو رہے ہیں، جب کہ آج کا دن، وہ دن ہے جس میں اللہ نے اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت دی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تیرا برا ہو! ارے یہ قوم ایک زبردست قوم تھی، جس کے پاس ملک و حکومت تھی؛ لیکن جب اس نے اللہ کے احکام کو ضائع کیا، تو اس کی یہ حالت ہوگئی، جو تمہارے سامنے ہے کہ اللہ نے ان پر دشمن کو مسلط کر دیا۔

(الکامل لابن الاثیر: ۱/۶۸۶، تاریخ طبری: ۲/۶۰۲، البدایہ والنہایہ: ۷/۱۷۲)

رزق میں کمی و بے برکتی

ایک اثر معصیت کا یہ ہے کہ اس سے رزق میں کمی آجاتی ہے یا اس میں بے برکتی پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے: " **إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ الَّذِي يُصِيبُهُ** "(آدمی رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے؛ اس گناہ کی وجہ سے جو وہ کرتا ہے)

(صحیح ابن حبان: ۳/۱۵۳، ابن ماجہ: ۴۰۲۲)

گناہوں کی وجہ سے پھلوں اور غذاؤں میں "کماً" یا "کیفاً" نقصان لاحق ہوتا ہے، کبھی تو کمیت میں نقصان کہ پھل و اناج کم ہو جاتا ہے اور مخلوق کی حاجت اس سے پوری نہیں ہوتی اور کبھی اس کی کیفیت میں فرق و کمی آجاتی ہے، جس سے اس میں وہ قوت و طاقت و کیف و لذت نہیں ملتی، جو اس چیز سے حاصل ہونا چاہیے۔

اناج کا دانہ، لہسن کے برابر

امام احمد، امام ابن ابی شیبہ اور ابو بکر الدینوری وغیرہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ ابو قحذم سے نقل کیا ہے کہ

”زیاد یا ابن زیاد کے زمانے میں ایک گڑھا پایا گیا، جس میں ایک اناج کا دانہ، ایک لہسن کے برابر تھا، اس پر لکھا ہوا تھا:” **هذا نبت في زمان كان يعمل فيه بالعدل**“(یہ اس زمانے کا دانہ ہے، جس میں انصاف کو کام میں لایا جاتا تھا) اور ایک روایت میں اس طرح ہے:” **كان يعمل فيها بطاعة الله**“ (یہ اس زمانے کی بات ہے، جس میں اللہ کی اطاعت کو کام میں لایا جاتا تھا)

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳/۴۹۰،مسند احمد:۲/۲۹۶،المجالسۃ للدینوری:۱/۳۹۴)

اور علامہ ابن القیم نے ”الجواب الکافی“ میں اور علامہ شمس الدین السفیری نے ”شرح البخاری“ میں امام احمد کی مسند ہی کے حوالے سے اس کو اس طرح نقل کیا ہے کہ میں نے بعض بنو امیہ کے خزانوں میں گیہوں کو دیکھا، جس کا ایک دانہ، کھجور کی گٹھلی کے برابر تھا اور وہ گیہوں ایک تھیلی میں تھی، جس پر لکھا ہوا تھا:” **كان هذا ينبت في زمن من العدل**“ (یہ عدل والے زمانے میں اگا کرتا تھا)

(شرح البخاری للسفیری:۵/۳۰،الجواب الکافی:۶۵)

ایک گائے سے تیس گائیوں کا دودھ

اور علامہ شمس الدین السفیری ہی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک بادشاہ تھا، جو اپنی مملکت کے حالات جاننے کے لیے چھپ کر نکلتا تھا، ایک مرتبہ وہ نکلا اور ایک آدمی کے پاس قیام کیا، جس کے پاس ایک گائے تھی، جو تیس گائیوں کا دودھ دیتی تھی۔ جب بادشاہ نے صبح کی تو اس کے دل میں اس گائے کو اٹھا لے جانے کا خیال پیدا ہوگیا، پھر جب اس کا دودھ نکالا گیا، تو

بہت تھوڑا سا نکلا، بادشاہ نے کہا کہ اس کا دودھ کیوں کم ہوگیا؟ کیا یہ ایسی جگہ کا چارہ کھا کر آگئی ہے، جہاں عموماً نہیں چرتی تھی؟ اس آدمی نے جواب میں کہا کہ نہیں: لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارے بادشاہ نے ظلم کا ارادہ کیا ہوگا، جس کی وجہ سے اس کا دودھ کم ہوگیا؛ کیوں کہ جب بادشاہ ظلم کرتا یا ظلم کا ارادہ کرتا ہے، تو برکت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے دل دل میں اللہ سے معاہدہ کیا کہ وہ ظلم نہیں کرے گا اور کسی کی کوئی چیز نہیں لے گا۔ اس کے بعد پھر اس کا دودھ دوہا گیا، تو حسب معمول خوب نکل آیا، یہ دیکھ کر بادشاہ نے اللہ کی جناب میں توبہ کی۔

(شرح البخاری للسفیری: ۳۰/۵)

نوشیرواں کا قصہ

امام رازی نے اپنی تفسیر میں اسی نوع کا ایک قصہ، ایران کے بادشاہ نوشیروان عادل کا لکھا ہے، وہ یہ کہ وہ ایک بار شکار کھیلنے نکلا اور دوڑ لگاتا ہوا آگے نکل گیا اور اپنے لشکر سے جدا ہوگیا۔ اسے پیاس کی شدت محسوس ہوئی اور وہاں ایک باغ نظر آیا وہ اس میں داخل ہوا، دیکھا کہ انار کے درخت ہیں اور ایک لڑکا بھی وہاں موجود ہے، اس نے لڑکے سے کہا کہ ایک انار مجھے دو، اس نے ایک انار دیا، بادشاہ نے اس کو چھیلا اور اس کا رس نکالا اور اس انار سے بہترین مزیدار رس لبالب نکلا، بادشاہ کو یہ انار کا باغ بہت پسند آیا، تو دل میں عزم کرلیا کہ یہ باغ اس کے مالک سے چھین لوں گا پھر اس لڑکے سے کہا کہ ایک اور انار لاؤ، اس نے ایک انار لا کر دیا، جب اس میں سے رس نکالا تو بہت کم رس نکلا اور ساتھ ہی کھٹا بدمزہ بھی۔ اس نے اس لڑکے سے کہا کہ یہ انار ایسا کیوں ہے؟ لڑکے نے جواب میں کہا کہ شاید بادشاہ نے ظلم کا ارادہ کیا ہو؛ لہٰذا اس کے ظلم کی نحوست سے انار ایسا بدمزہ ہوگیا۔ نوشیروان نے دل دل میں

اس ظلم کے ارادے سے توبہ کی اور لڑکے سے کہا کہ ایک انار اب لے آؤ، اب جو انار لایا تو اس کا رس پہلے سے بھی زیادہ عمدہ تھا، بادشاہ نے کہا کہ اب انار کی حالت کیوں بدل گئی؟ بچے نے کہا کہ شاید بادشاہ نے توبہ کرلی ہو۔ جب بادشاہ نے یہ بات سنی اور یہ حال دیکھا، تو آئندہ کے لیے بالکلیہ گناہوں اور ظلم سے توبہ کرلی۔

(تفسیر الرازی: ۲۰۶/۱)

مخلوق کا دل پھر جاتا ہے

معصیت کے آثار میں سے ایک یہ ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے، تو مخلوق کے دلوں کو اللہ اس سے پھیر دیتے ہیں۔

امام ابن الجوزی نے ''ذم الہوی'' میں نقل کیا ہے:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں یہ لکھا:

'' **أما بعد : فإن العبد إذا عمل بمعصية الله ، عاد حامده من الناس ذاماً** '' (حمد وصلاۃ کے بعد، پس بلاشبہ بندہ جب اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، تو لوگوں میں سے اس کی تعریف کرنے والے خود اس کی برائی کرنے والے بن جاتے ہیں) (ذم الھوی: ۱۸۲)

ایک بزرگ حضرت فضیل بن عیاض نے کہا کہ تو جو کچھ زمانے کا تغیر اور اپنے دوستوں کی بے وفائی دیکھتا ہے، یہ سب در اصل تیرے گناہ کی وجہ سے ہے۔

اور بعض حضرات نے کہا کہ میں میرے گناہ کا اثر، میرے گدھے کی بدخلقی میں بھی دیکھتا ہوں۔

ایک اور اللہ والے نے فرمایا کہ میں گناہ کا اثر، میرے گھر کے چوہے میں بھی

دیکھتا ہوں۔ (احیاء العلوم:۴/۵۴، الجواب الکافی:۵۲، ذم الھوی لابن الجوزی:۱۸۵)

صحت وقوت کی بربادی

گناہ کے اثرات میں سے ایک ظاہری اثر ونقصان یہ ہے کہ بعض گناہ انسان کی صحت وتندرستی کو متاثر کرتے اور قوت وطاقت کو ضائع کر دیتے ہیں۔

حضرت محارب بن دثار کہتے ہیں کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے، تو اپنے قلب میں ایک کمزوری پاتا ہے۔ (ذم الھوی:۱۸۳)

چناں چہ جو لوگ دنیا کی اور یہاں کی عورتوں اور مردوں کے عشق میں مبتلا ہوتے ہیں، ان پر غم وہم طاری ہو جاتا ہے، پھر کھانا پانی چھوٹ جاتا ہے، نیند حرام ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ جسم پیلا پڑ جاتا ہے اور قوت وطاقت ختم ہو جاتی ہے اور وہ اب کسی کام کے قابل نہیں رہتا۔

اسی طرح جو لوگ نظر بازی، زنا وغیرہ خبائث میں مبتلا ہوتے ہیں، وہ بھی اسی قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور دین ودنیا کے تمام کاموں سے ناکارہ رہ جاتے ہیں۔

نہ خدا ہی ملا ، نہ وصالِ صنم
نہ ادھر کے رہے، نہ ادھر کے رہے

ایک نوجوان کا عبرت ناک واقعہ

چند سال قبل، ایک نوجوان میرے پاس حیدرآباد سے آیا اور جب اس کو میں نے دیکھا، تو ایسا معلوم ہوا کہ قبر سے کوئی مردہ اُٹھ آیا ہو، انتہائی نحیف ونزار، آنکھیں دھنسی ہوئی، گال چپکے ہوئے۔ الغرض اس نے آتے ہی رونا شروع کر دیا، میں نے بار بار اس سے اس کا حال پوچھا، تو ذرا سنبھل کر کہنے لگا کہ میرا حال کئی سال سے یہ

ہے کہ سوتے ہی مجھے احتلام ہو جاتا ہے اور اس پر نیند کھل جاتی ہے؛ اس وجہ سے کئی سال سے میں ڈھنگ سے سو نہیں سکا؛ جس کی وجہ سے میری صحت انتہائی خراب ہے، میں بہت پریشان ہوں۔ میں نے کہا کہ کیا آپ نے کوئی علاج نہیں کیا؟ اس نے جواب میں بتایا کہ بہت علاج کیا، ڈاکٹروں سے بھی عاملوں سے بھی، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ آپ کی مشغولیت کیا رہتی ہے؟ اس پر اس نے کہا کہ میں نے ڈگری پاس کی ہے؛ مگر ابھی تک کوئی کام نہیں ملا؛ اس لیے بیکار ہی ہوں۔ میں نے کہا کہ میں یہ نہیں پوچھتا، میں تو یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دن بھر آپ کس کام میں مشغول رہتے ہیں؟ اس پر وہ چونکا اور کچھ دیر خاموش رہا، پھر رونے لگا اور کہا کہ میں میرا وقت بلو فلمیں دیکھنے میں گزارتا ہوں۔

اس پر میں نے عرض کیا کہ اصل بیماری تو آپ کی یہ ہے، یہ خدا کی نافرمانی و معصیت، آپ کا اصل روگ ہے، اس نے تباہ کیا ہے اور تمہاری صحت وقوت و طاقت کو ضائع کر دیا ہے؛ لہٰذا اس روگ کو باقی رکھتے ہوئے کوئی ڈاکٹر یا عامل اس کا کیا علاج کرے گا؟ اور اس کا علاج ان کے پاس ہے بھی نہیں۔

کہنے لگا کہ اسی لیے کسی نے آپ سے ملنے کا مشورہ دیا، میں نے عرض کیا کہ سوائے توبہ کے تریاق اور نیکی کی غذا کے کوئی علاج نہیں؛ لہٰذا سب سے پہلے اللہ سے توبہ کرو اور پھر اپنا وقت اللہ کے ذکر میں اور نماز و تلاوت میں لگاؤ۔

اس واقعے کا ذکر اسی مقصد سے کیا گیا ہے کہ ہم دیکھیں کہ بعض گناہ کس طرح انسان کی صحت وقوت کو متأثر کر دیتے ہیں۔

لذت گئی اور نحوست رہ گئی

گناہ کا ایک ظاہری اثر یہ ہے کہ گنہ گار کے چہرے پر اس کی نحوست و ذلت

محسوس ہو جاتی ہے۔

حضرت حماد بن زید کہتے ہیں کہ جب بندہ رات میں کوئی گناہ کرتا ہے، تو صبح کو اس کے چہرے پر اس کی ذلت کا اثر محسوس ہوتا ہے۔

(الزهر الفاتح لابن الجزری: ۳۲)

انسان کچھ دیر کے لیے گناہ کی لذت محسوس کرتا ہے، اس کے بعد یہ لذت ختم ہو جاتی ہے اور گناہ کی اس فانی لذت کے بعد اس کی دائمی نحوست باقی رہ جاتی ہے۔

حضرت سفیان ثوری سے اور اسی طرح امام احمد سے نقل کیا گیا ہے کہ اسی معنے میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

تَفْنَى اللَّذَاذَةُ مِمَّنْ نَالَ صَفْوَتَهَا
مِنَ الحَرَامِ، وَ يَبقٰى الاِثْمُ ، وَالعَارُ
تَبقٰى عَوَاقِبُ سُوْءٍ فِي مَغَبَّتِهَا
لَا خَيرَ فِي لَذَّةٍ مِن بَعْدِهَا النَّارُ

(جو شخص حرام سے لذت حاصل کرتا ہے، اس سے لذت تو ختم ہو جاتی ہے؛ لیکن اس کا گناہ اور عار باقی رہتا ہے اور اس کے نتیجے میں برا انجام باقی رہ جاتا ہے؛ لہٰذا اس لذت میں کوئی خیر نہیں جس کے بعد جہنم کی آگ ہو)

(ذم الهوی لابن الجوزی: ۱۸۶، الآداب الشرعیہ لابن مفلح: ۲/۳۳۸، غذاء الألباب للسفارینی: ۲/۳۴۷)

اور ابو جعفر العدوی نے حسین بن مطیر کے یہ اشعار سنائے:

وَلَا تَقْرَبِ الأَمْرَ الحَرَامَ فَإِنَّهُ
حَلَاوَتُهُ تَفْنٰى ، وَ يَبْقٰى مَرِيْرُهَا

(حرام کام کے قریب بھی نہ جانا؛ کیوں کہ اس کی لذت تو ختم ہو جاتی ہے اور

اس کی کڑواہٹ باقی رہتی ہے)

الغرض گناہ کے نتیجے میں طرح طرح کے عذابات ومصائب، ظاہری بھی اور باطنی بھی، جسمانی بھی اور روحانی بھی پیش آتے ہیں۔ان سے بچنا ہر عقلمند کی عقل ودانش کا تقاضا ہے۔

عذابات -گنہ گاروں کو خدائی تنبیہ

لوگو! اب ذرا غور کرو، آج جو حوادث وآفات، مصائب وفسادات دنیا میں پیش آرہے ہیں، وہ کیا اسی طرح کے نہیں ہیں جو مختلف قوموں کو ہلاک وتباہ کرنے کے لیے پچھلے زمانے میں پیش آئے تھے اور اللہ تعالے نے ان کا مفصل بیان قرآن میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ سب واقعات وحوادث، ان لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے ان پر پیش آئے تھے۔جب اسی طرح کے وہ حوادث تھے اور آج بھی پیش آرہے ہیں، تو کیا ہم کو سوچنا نہیں چاہیے کہ یہ حوادث ومصائب، یہ آفات وبلیات ہم پر کیوں پیش آرہے ہیں؟!! سونامی کے زلزلے اب تک کئی مرتبہ پیش آچکے ہیں، کیا ہم نے سوچا کہ کیوں؟!! سیلاب کے تھپیڑوں نے کئی جگہ بستیوں کو تباہ کر دیا، کیا ہم نے غور کیا کہ کیوں؟!! زلزلوں نے ملکوں کو تباہی کے غار میں ڈال دیا؛ مگر کیا ہمارے او پر اس کا کوئی اثر ہوا؟!! اور ہم نے گناہ کو چھوڑا اور اللہ کی جانب لپکنے تیار ہوئے؟!!

اللہ تعالی کی جانب سے یہ دنیوی سزائیں اور عذابات گنہ گاروں کو تنبیہ کرنے اور ڈرانے کے لیے آتے ہیں؛ تا کہ گنہ گار بندے اپنی زندگی کو درست کرلیں اور گناہ چھوڑ دیں۔

قرآن مجید اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰیٰتِ اِلَّا تَخۡوِیۡفًا ﴾ [بنی اسرائیل:۵۹] (اور ہم نہیں بھیجتے نشانیوں کو؛ مگر ڈرانے کے واسطے)

اور ایک دوسرے موقعہ پر ہے :

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْن ، فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا ، وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الانعام:۴۲-۴۳]

(اور ہم نے رسولوں کو آپ سے پہلی امتوں کے پاس بھی بھیجا، جب انھوں نے نہیں مانا، تو ہم نے ان کو مالی و جسمانی مصائب سے پکڑا؛ تا کہ وہ ہمارے دربار میں توبہ کرتے ہوئے گڑگڑائیں، پس جب ہمارا عذاب ان کو پہنچا، تو کیوں نہیں انھوں نے گڑگڑایا؟ لیکن ان کے دل سخت ہو چکے ہیں اور شیطان نے ان کے برے اعمال کو ان کے لیے مزین کر دیا ہے)

دیکھیے !! یہ آیت بتا رہی ہے کہ اللہ تعالی کی پکڑ، جو مالی مصائب یا جسمانی مصائب کی شکل میں ہوتی ہے؛ یہ اس لیے تا کہ بندے اللہ کے سامنے گڑگڑائیں، معافی مانگ لیں، گناہوں سے باز آجائیں اور اپنی زندگیوں کو ٹھیک کر لیں۔

مگر آج ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ گناہ پر گناہ کیے جا رہے ہیں اور اللہ کی جانب سے نشانیاں پے در پے ظاہر ہو رہی ہیں، خوف ناک حادثات، دلوں کو دہلا دینے والے واقعات اور ہوش ربا مصیبتیں؛ مگر کسی کو کوئی احساس بھی نہیں ہے کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ ہماری تو وہی حالت ہو گئی ہے، جو اللہ تعالی نے کفار و مشرکین کی بیان کی ہے۔

﴿وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْأَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ، حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ﴾ [القمر:۴-۵]

(ان کے پاس گزشتہ قوموں کی وہ خبریں پہنچ چکی ہیں، جن میں خوف وڈر ہے یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی کا سامان ہے؛ لیکن ان کو یہ خوف دلانے والی چیزیں، کوئی فائدہ نہیں دیتیں)

لوگو! ہوش میں آؤ اور ان حوادث ومصائب پر غور کرو؛ تاکہ عبرت حاصل ہو اور گناہ سے بچنا آسان ہو، اگر نہیں تو گناہ سے بچنے کے بجائے اور ان پر دلیر ہو جائیں گے اور زندگی بھر ان سے نجات نہ ملے گی۔

گناہ سے پرہیز کیوں نہیں؟

اگر آدمی گناہ کی مضرتوں و پریشانیوں پر غور کرے گا۔ تو وہ ضرور گناہ کو چھوڑنے کا عزم کرلے گا؛ کیوں کہ جب اس کو ان کی خرابیاں ونقصانات کا صحیح علم ہوگا، تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ان کو چھوڑ دینے کا ارادہ وعزم نہ کرے۔ جیسے اگر ہمیں معلوم ہو کہ یہ کھانا ہمارے لیے مضر ہے، تو طبیعت چاہنے کے باوجود، ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں؛ تاکہ اس کے نقصانات سے بچیں۔

ایک بزرگ حضرت حماد بن زید نے اسی بات کو بڑے عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

عَجِبْتُ لِمَنْ يَحْتَمِيْ مِنَ الْأَطْعِمَةِ لِمَضَرَّاتِهَا
كَيْفَ لَا يَحْتَمِيْ مِنَ الذُّنُوْبِ لِمَعَرَّاتِهَا

(مجھے تعجب ہے! اُس پر جو کھانوں سے ان کی مضرت کی وجہ سے پرہیز کرتا ہے، وہ کیسے گناہوں سے ان کی کلفتوں ومصیبتوں کی وجہ سے پرہیز نہیں کرتا)

(ادب الدنیا والدین: ۱/۱۱۷)

لہٰذا گناہ کے روحانی وجسمانی، ظاہری و باطنی نقصانات کا مراقبہ کرتے رہنے

سے دل میں ان کو چھوڑ دینے کا عزم پیدا ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ انسان کی فطرت کا یہ بھی ایک تقاضا ہے۔

مؤمن گناہ کو پہاڑ اور فاسق مکھی سمجھتا ہے

مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ و معصیت کے کاموں کو ایک پہاڑ سمجھتا ہے، معمولی بات نہیں سمجھتا، گناہ کو معمولی بات سمجھنا فاسقوں فاجروں کا نظریہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت حارث بن سوید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''مؤمن اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے کہ وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے، وہ خوف کھاتا ہے کہ پہاڑ اس پر گر پڑے گا اور فاسق آدمی اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے، جیسے اس کی ناک پر سے مکھی گزر گئی''۔

(بخاری:٦٣٠٨، ترمذی:٢٤٩٧، مسند احمد:٣٦٢٩ الزھد لابن المبارک:١٢)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

'' إِنَّكُم لَتَعْمَلُونَ أَعْمالًا هِيَ أَدَقُّ فِي أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعَرِ ، إِنْ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ من المُوْبِقَات ''

(البتہ تم لوگ کچھ عمل کرتے ہو، جو تمہاری نگاہ میں بال سے باریک ہیں، ہم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تباہ کرنے والے عمل سمجھتے تھے)

(بخاری:٦٤٩٢)

اسی طرح حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عبادہ بن قرط سے بھی مروی ہے کہ

انھوں نے کہا کہ تم لوگ کچھ عمل کرتے ہو، جو تمھاری نگاہ میں بال سے باریک ہیں، ہم ان کو رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں تباہ کرنے والے سمجھتے تھے۔

(مجمع الزوائد:۳/۴۲۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا :

”إِنَّ أَعْظَمَ الذَّنْبِ أَنْ يَسْتَخِفَّ بِذَنْبِهِ“

(سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اس کو معمولی سمجھے)

(المجالسة:۴/۲۰۱)

امام اوزاعی کہتے ہیں کہ یہ کہا جاتا تھا کہ کبیرہ گناہ یہ ہے کہ بندہ گناہ کرکے اس کو حقیر سمجھے۔ (التوبہ لابن عساکر:۱۳۵)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مؤمن حضرات گناہ کو کس قدر سنگین خیال کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں فاسق و فاجر لوگ، گناہ کو کس قدر معمولی سمجھتے ہیں۔مؤمن تو اس کو پہاڑ کے برابر سمجھتا اور خوف کھاتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ میرے اوپر گر نہ جائے اور مجھے تباہ و ہلاک نہ کردے اور فاسق یہ سمجھتا ہے کہ گناہ ایک مکھی ہے ناک پر بیٹھی اور اُڑ گئی، یا ایک بال کی طرح ہے، جس کی کوئی حیثیت نہیں، یہ بال میرا کیا بال بیکا کرلیگا؟ آج ہم لوگ بھی گناہ کو اسی طرح ایک معمولی چیز سمجھ کر یہ بتارہے ہیں کہ ہم بھی اس درجہ کے مؤمن نہیں ہیں۔

صغیرہ و کبیرہ گناہ کیا ہے؟

بعض لوگ گناہوں میں صغیرہ و کبیرہ کی تفریق و تقسیم میں مشغول ہوجاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ گناہ کونسا ہے: صغیرہ یا کبیرہ؟ علمانے اگرچہ اس پر بحث کی ہے؛ لیکن یہاں ایک بات یاد رکھیں کہ اگر چھوٹے چھوٹے گناہ بھی بار بار کیے جائیں اور ان کی

عادت بنالی جائے، تو وہ بڑا ہو جاتا ہے۔

اس کو ایک حدیث میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک مثال سے سمجھایا ہے۔ چناں چہ حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: معمولی گناہوں سے بھی بچو؛ کیوں کہ معمولی گناہوں کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کچھ لوگ ایک وادی کے دامن میں اُترے اور ایک نے ایک لکڑی کا ٹکڑا لایا اور دوسرے نے ایک ٹکڑا لایا، یہاں تک کہ انھوں نے اتنی لکڑیاں جمع کر لیں جو ان کی روٹی پکانے میں کام آسکیں ۔ اور بے شک ان حقیر و معمولی گناہوں کا جب گنہ گار ارتکاب کرتا ہے، تو وہ اس کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

(معجم الکبیر طبرانی: ۴۴۹/۵، شعب الایمان: ۴۰۶/۹، مسند احمد: ۳۳۱/۵)

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے بھی اسی طرح سے سمجھایا ہے، انھوں نے فرمایا: معمولی و حقیر گناہوں کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک مسافر قوم ایک جگہ اُتر پڑی، جہاں ان کے پاس کھانے کا وہ سامان تھا، جو آگ کے بغیر کھانے کے قابل نہیں ہوتا، یعنی اس کو پکانا پڑتا ہے۔ پس یہ لوگ متفرق ہو گئے اور یہ شخص ایک اُپلا لے آیا اور ایک شخص ہڈی لایا اور یہ لکڑی لایا، یہاں تک کہ ان کے پاس کھانے کو پکانے کے قابل یہ چیزیں جمع ہو گئیں، پس اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ والا ہے کہ (کسی کو نقصان نہ پہنچانے والی کوئی) جھوٹی بات کہہ دیتا ہے، گناہ کر بیٹھتا ہے اور یہ سب جمع ہو کر اتنا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالی اس کو اس کی وجہ سے منھ کے بل جہنم میں ڈال دیں۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴/۱۱، شعب الایمان: ۴۰۳/۹)

معلوم ہوا کہ گناہ اگر چھوٹا بھی ہو تو اس کو چھوٹا نہ سمجھنا چاہیے؛ بل کہ ہوسکتا ہے کہ وہ بار بار کرنے سے بڑا ہو جائے اور جیسے چھوٹی چھوٹی چنگاریاں جمع ہو جائیں تو بڑی آگ بن جاتی ہے، اسی طرح وہ بھی جلانے کے لیے کافی ہو جائے۔

اسی لیے ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر چھوٹے سے چھوٹے گناہ پر اصرار کیا تو وہ چھوٹا نہیں رہتا۔ وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو اس میں یہ بھی فرمایا :

"لا تَحْقِرَنَّ مِنَ المَعَاصِي شَيئاً ، وَإِنْ صَغر فِي أَعْيُنِكُم ، فَإِنَّهُ لا صَغِيرَةَ مَعَ الإِصْرَارِ ، وَلا كَبِيرَةَ مَع الاسْتِغْفَارِ " (کسی بھی گناہ کو حقیر و معمولی نہ سمجھو! اگر چہ کہ تمھاری نگاہوں میں وہ چھوٹا ہو؛ کیوں کہ کوئی گناہ اصرار کرنے سے چھوٹا نہیں رہتا اور کوئی گناہ توبہ کر لینے سے بڑا نہیں رہتا)

(المطالب العالیہ:۳/۲۸۵، اتحاف الخیرۃ:۲/۹۳)

بعض حکما سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ دھوکہ کھانے والا کون ہے؟ تو کہا کہ وہ جو گناہوں کو سب سے ہلکا و معمولی سمجھتا ہو، پوچھا کہ ہمیں کس بات پر رونا چاہیے؟ تو کہا کہ گناہوں میں گزرے لمحات پر، پوچھا کہ کس چیز پر ہمیں افسوس کرنا چاہیے؟ تو کہا کہ غفلت میں گزرے اوقات پر۔

(التوبہ لابن عساکر:۲۱۱)

لہٰذا گناہوں کو حقیر و معمولی خیال کرتے ہوئے اس کا ارتکاب کرتے رہنا، ایک خطرناک و سنگین جرم ہے اور تباہی کی طرف لے جانے والا راستہ ہے۔

خدا کو بڑا سمجھنے والا گناہ کو چھوٹا نہیں سمجھ سکتا

یہاں ایک اور بات سمجھ لیجیے کہ گناہ کا چھوٹا یا بڑا ہونا، اس بات پر موقوف ہے کہ کس کی نافرمانی و گناہ کیا جا رہا ہے؟ جس کی نافرمانی کی جا رہی ہے، وہ اگر بڑا او

عظیم ہے تو اس کی چھوٹی بات نہ ماننا بھی بڑی نافرمانی تصور کی جاتی ہے اور اگر وہ معمولی شخصیت ہو، تو اس کی بڑی سے بڑی نافرمانی کو بھی معمولی خیال کیا جاتا ہے۔

مثلا ایک شخص ایک جھاڑو دینے والے نوکر کی بات نہیں مانتا اور اس کی نافرمانی کرتا ہے، تو سب لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی خاص بات نہیں ہوئی ، اسی طرح ایک چپراسی کی بات کسی نے نہیں مانی ،تو کوئی اس کو اہمیت نہیں دیتا ؛ کیوں کہ لوگوں کی نگاہ میں ان لوگوں کو کوئی وقعت حاصل نہیں ہے ؛ لہٰذا ان کی نافرمانی کو برا نہیں سمجھا جاتا اور اگر مثال کے طور پر، ایک شخص اپنے دوست کی بات نہیں مانتا، تو اس کو برا سمجھا جائے گا ؛ لیکن اس قدر برا نہیں جتنا کہ اپنے باپ کی بات نہ ماننے کو برا سمجھا جاتا ہے۔

کیوں؟ اس لیے کہ باپ کے مقابلے میں دوست کی حیثیت کم ہے؛ لہٰذا باپ کی نافرمانی کو زیادہ برا سمجھا جاتا ہے اور دوست کی نافرمانی کم درجہ کی سمجھی جاتی ہے۔ اگرچہ کہ دوست کی نافرمانی، کسی بڑی بات میں ہو اور باپ کی کسی معمولی سی بات میں ہو۔

مثال کے طور پر دوست نے کہا کہ میں آج تم کو دعوت کھلانا چاہتا ہوں ؛ لہٰذا آپ ضرور میرے گھر آنا ، میں انتظار کروں گا۔ یہ ایک بڑی بات ہے؛ مگر اس کو آپ نے نہیں مانا اور دوست ناراض ہو گیا ، اس کے بالمقابل باپ نے کہا کہ ایک گلاس پانی لاؤ ، یہ ایک چھوٹی سی بات ہے ؛ مگر آپ نے نہیں مانا اور باپ کو ناراض کر دیا۔ تو باپ کی چھوٹی بات نہ ماننا بھی بڑا گناہ ہے اور دوست کی بڑی بات نہ ماننا بھی چھوٹی بات ہے۔

اسی طرح ایک نافرمانی بادشاہ کی ہے اور ایک کسی عام آدمی کی : دونوں میں بڑا فرق ہے : بادشاہ کی نافرمانی، خواہ کسی چھوٹی سے چھوٹی بات میں ہو، وہ بڑی ہے اور عام آدمی کی نافرمانی، بڑی سے بڑی بات میں ہو، وہ چھوٹی ہے۔

جب یہ بات ہم نے سمجھ لی تو غور یہ کرنا ہے کہ اگر ہم نے خدائے دو جہاں کی بات نہیں مانی تو کیا وہ چھوٹا گناہ ہے؟ نہیں نہیں !!اللہ رب العزت کی چھوٹی سے چھوٹی بات نہ ماننا بھی بڑا گناہ ہے، اس کو چھوٹا نہیں کہہ سکتے۔

اسی لیے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت بلال بن سعد نے فرمایا کہ ''**لَا تَنظُرْ إِلَى صِغَرِ الْخَطِيئَةِ ؛ وَلٰكِن انْظُرْ مَنْ عَصَيْتَ** ''(یہ نہ دیکھنا کہ گناہ چھوٹا ہے؛ بل کہ یہ دیکھنا کہ تو کس کی نافرمانی کر رہا ہے؟)

(المنتظم لابن الجوزی: ۱۰۶/۷، المعرفۃ للفسوی: ۲۷۵:۵، الزھد لابن المبارک: ۱۳)

الغرض گناہوں کو صغیرہ سمجھ کر اس کی جرأت نہیں کرنا چاہیے؛ بل کہ کوشش یہی ہو کہ کسی بھی قسم کا گناہ نہ کروں، نہ چھوٹا نہ بڑا؛ بل کہ میں ہر طرح میرے اللہ کو راضی کروں؛ کیوں کہ میرا اللہ تو سب سے بڑا ہے؛ لہٰذا اس کی نافرمانی بھی بڑی ہے۔

گناہ چھوڑنے نفس کی مخالفت ضروری ہے

اب رہا یہ سوال کہ گناہ کو کس طرح چھوڑیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے لیے انسان کو عزم و ہمت کرنا چاہیے۔ اس بیماری کا علاج یہی ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے، خواہ کچھ بھی ہو جائے۔

امام سہل بن عبد اللہ تستری کہتے ہیں: ''**هَوَاکَ دَاءُکَ ، فَإِنْ خَالَفْتَهُ فَدَوَاءُکَ** ''(گناہ ہی تیری بیماری ہے، اگر تو اس کی مخالفت کرے، تو وہی تیری دوا ہے)

ایک واقعے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، وہ یہ کہ مشہور صوفی و بزرگ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک راہب کے پاس سے گزرا، تو میں نے

دیکھا کہ وہ نہایت نحیف وکمزور ہوگیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ تم اس قدر نحیف کیوں ہوگئے ہو؟ اس نے کہا کہ جب سے میں نے میرے نفس کو جان لیا ہے یعنی اس کی شرارتوں وخباثتوں کو جان لیا ہے، تو میں اس کی فکر میں نحیف وکمزور ہوگیا ہوں۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ پھر تم اس کی دوا وعلاج کرو۔ اس نے کہا کہ میں اس کی دوا سے عاجز آ گیا ہوں۔ اور اب میں نے عزم کرلیا ہے کہ اس کو داغ دوں گا۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ داغ کیا ہے؟ تو کہا کہ خواہشات کی مخالفت۔ واقعی یہ خواہشات کی مخالفت اور نفس کو اس کے مطالبات سے دور رکھنا ہی اس کا علاج ہے۔

گناہ میں پھنسنے والے کی ایک عجیب مثال

کیوں کہ اگر بندہ گناہ میں مبتلا ہو جائے، تو وہ پھر لا پرواہ ہو جاتا ہے اور ایک کے بعد دوسرا گناہ کرنے کی جرأت کرنے لگتا ہے؛ اسی لیے بعض سلف سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے کہا :

’’ **إنَّ مِن عُقُوبَةِ السَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ بعدَهَا ، وَإنَّ مِن ثَوَاب الْحَسَنَةِ الْحَسَنَةَ بَعدَهَا** ‘‘ (بلاشبہ گناہ کی سزا گناہ کے بعد گناہ ہے اور نیکی کا بدلہ نیکی کے بعد نیکی ہے) (الجواب الکافی لابن القیم:۵۶)

وجہ یہ ہے کہ گناہ کی ایک بار جب جرأت ہو جاتی ہے، تو پھر آدمی مزید گناہ کرنے میں ہمت دکھاتا ہے۔

اس کی ایک عجیب مثال بعض عارفین نے بیان کی ہے، انھوں نے کہا کہ ایک بار وہ کیچڑ میں اپنے کپڑوں کو سمیٹے ہوئے اور پیروں کے پھسل جانے کے خوف سے پوری احتیاط سے چل رہے تھے؛ مگر ایک جگہ پیر پھسل گیا اور کیچڑ میں گر پڑے، پھر ذرا

سنبھل کر اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے تو اب درمیان کیچڑ ہی میں چلنے لگے ؛ کیوں کہ یہ خیال ہوا کہ جب کیچڑ بدن و کپڑوں کو لگ ہی گیا تو اب کیا احتیاط کریں؟ جب اس طرح بے احتیاطی کے ساتھ چلے اور آگے بڑھے تو پھر انھوں نے رونا شروع کردیا اور فرمایا کہ بندے کا حال بھی ایسا ہی ہے کہ گناہ سے بچتا رہتا ہے اور احتیاط کرتا رہتا ہے؛ لیکن جب ایک دو گناہ کر بیٹھتا ہے، تو پھر گناہوں میں غوطے لگانا شروع کردیتا ہے۔ (احیاء العلوم: ۴/۵۴)

اللہ اکبر! بڑی عبرت انگیز بات ہے، دل میں خوب بٹھا لینے کے قابل ہے؛ لہٰذا اس کو دلوں میں جما لیجیے؛ تاکہ گناہ سے بچنے میں کام آئے اور آسانی سے بچ سکیں۔

بنی اسرائیل کے ایک راہب کا عبرت ناک واقعہ

یہاں بنی اسرائیل کے ایک راہب کا واقعہ بھی سن لیجیے، جو بڑا عبرت ناک ہے اور ایک کے بعد ایک گناہ میں پھنسنے کی صورت بھی سامنے لاتا ہے۔ مفسرین کرام نے سورۂ حشر کی ایک آیت کی تفسیر میں اس کا تذکرہ کیا ہے، وہ آیت یہ ہے:

﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيْءٌ مِّنْكَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾[الحشر:۱۶]

(جیسے شیطان کا قصہ ہے کہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا، پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے، تو کہہ دیتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں)

اس کی تفسیر میں علمائے تفسیر نے متعدد واقعات لکھے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک راہب برس ہا برس سے اپنی عبادت گاہ میں مشغول عبادت تھا اور لوگ دور دور سے اس سے علم جاننے آتے اور اس کی عبادت کا بڑا شہرہ تھا اور

اسی بستی میں تین بھائی رہتے تھے، جن کی ایک نہایت حسین وجمیل بہن تھی اور بیمار تھی۔ ایک باران بھائیوں کوایک سفر درپیش ہوا تو ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بہن کوکہاں چھوڑ جائیں؟ ایک بھائی نے مشورہ دیا کہ فلاں راہب کے پاس چھوڑ دیں گے، جو بڑا متقی وعبادت گزار آدمی ہے، اس سے زیادہ قابل اعتماد یہاں کوئی نہیں؛ لہٰذا اس کے پاس چھوڑ دیں گے اور کہنے لگے کہ اگر یہ ہماری بہن مرجائے، تو اس کی تجہیز وتکفین کا یہ راہب انتظام کردے گا اور اگر جیتی رہی، تو اس کی حفاظت کرے گا۔ چناں چہ سب مل کر راہب کے پاس پہنچے اور اس سے گزارش کی کہ یہ ہماری بہن بیمار ہے اور ہمیں ایک سفر درپیش ہے؛ لہٰذا ہم اس کوآپ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں، اگر خدانخواستہ یہ مرجائے، تو تجہیز وتدفین کا انتظام کردیں اور اگر جیتی رہی، تو اس کی حفاظت فرمائیں، ہم لوگ واپس آکر لے جائیں گے۔

راہب نے کہا کہ ٹھیک ہے اور یہ لوگ رخصت ہوگئے اور راہب نے اس لڑکی کا علاج معالجہ کیا، تو وہ ٹھیک ہوگئی اور اس کا حسن دوبالا ہوگیا اور راہب کو شیطان نے بہکانا شروع کردیا کہ اس کے ساتھ زنا کرے؛ مگر راہب بچتا رہا؛ مگر شیطان اس کو مزین کرکے سامنے لاتا رہتا تھا، یہاں تک کہ وہ راہب ایک بار زنا کے فعل شنیع میں مبتلا ہوگیا اور وہ لڑکی حاملہ ہوگئی۔ اب شیطان نے اس کوشرم دلائی کہ تو نے کیا حرکت کی، یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اگر یہ راز دوسروں کواور اس کے بھائیوں کومعلوم ہوگیا تو تیری کس قدر رسوائی ہوگی؟ پھر شیطان نے راہب کواس رسوائی سے بچنے کا علاج یہ سمجھایا کہ اس لڑکی کوقتل کردے؛ تاکہ کسی کومعلوم ہی نہ ہوسکے اور اس کے بھائی آئیں تو کہہ دینا کہ وہ بیمار تھی اور فوت ہوگئی۔

چناں چہ اس راہب نے اس لڑکی کوقتل کردیا اور ایک درخت کے نیچے دفن کردیا،

جب اس لڑکی کے بھائی سفر سے واپس ہوئے تو راہب کے پاس اپنی بہن کو لینے آئے ،اس نے کہا کہ وہ انتقال کرگئی اور میں نے اس کو قبرستان میں دفن کر دیا ہے۔ بھائیوں نے سمجھا کہ صحیح ہوگا اور چلے آئے۔ادھر شیطان نے ان بھائیوں کے خواب میں آ کر کہا کہ تمہاری بہن مری نہیں ہے؛ بل کہ اس راہب نے اس کے ساتھ زنا کر نے کے بعد اس کو قتل کر دیا ہے اور تم کو یقین نہیں آتا تو فلاں درخت کے پاس کھدائی کرو،تو تم کو تمہاری بہن کی لاش مل جائے گی، دیکھ لینا۔

سب بھائیوں کے خواب میں جب اسی طرح نظر آیا،تو انہوں نے اس خواب کو سچ سمجھ کر درخت کے پاس کھدائی کی اور واقعی وہاں سے ان کی بہن کی مقتول لاش بر آمد ہوئی۔جب شیطان نے اس طرح بھائیوں کو اس واقعہ سے باخبر کیا اور وہ اس پر مطلع ہوئے تو ان کو غصہ آیا اور راہب کو مارنے آئے اور شیطان نے ادھر جب راہب کو ان کے سامنے رسوا کر دیا اور لوگ اس کو قتل کرنے آئے تو اب راہب سے کہنے لگا کہ دیکھ اب میں ہی تجھے بچا سکتا ہوں، اگر تو میری ایک بات مان لے تو میں اب تیری مدد کروں گا۔راہب نے کہا کہ اچھا، میں تمہاری بات مانوں گا،تو شیطان نے کہا کہ مجھے ایک سجدہ کر، میں تجھے بچا لوں گا۔اس نے سجدہ کیا تو کہنے لگا کہ میں تجھ سے بری ہوں اور مجھے اللہ رب العالمین کا خوف ہے۔

(تفسیر طبری:۲۳/۲۹۶،الدرالمنثور:۸/۱۱۸)

اس عبرت خیز واقعے میں یہ بات دکھائی ہے کہ ایک کے بعد دوسرا، دوسرے کے بعد تیسرا گناہ اس نے کس طرح کیا اور ایک سے بڑھ کر ایک کا ارتکاب کس طرح ہوتا گیا:اولاً تو زنا،زنا کے بعد قتل،قتل کے بعد شرک میں کس طرح مبتلا ہو گیا۔

گناہ کرنے سے گناہ نہیں چھوٹتا

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ گناہ کرنے سے گناہ کی لت نہیں چھوٹتی؛ لہٰذا جو یہ سمجھتے ہیں کہ ''گناہ کر لینے سے دل کو قرار آجائے گا اور پھر دوبارہ کرنے کو جی نہیں چاہے گا، اس طرح گناہ کر کے ہم گناہ چھوڑ دیں گے'' یہ خیال ہی خیال ہے، حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا؛ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ گناہ سے گناہ کی لت چھوٹ جائے، یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کہنے لگے کہ میں بیماری کو بیماری سے دور کروں گا۔ کیا ایک بیماری دوسری بیماری سے دور ہوتی ہے؟ یہ دراصل فاسقوں کا نظریہ ہے۔ جیسے ایک عربی شاعر نے کہا کہ:

وَكَانَتْ دَوَائِيُ وَ هِيَ دَائِيْ بِعَيْنِهٖ
كَمَا يَتَدَاوٰى شَارِبُ الخَمْرِ بِالخَمْرِ

(یہ محبت ہی میری دوا تھی اور وہی بعینہ میری بیماری بھی، جیسے شرابی شراب سے اپنا علاج کرتا ہے)

اسی طرح گناہ کی محبت میں گرفتار لوگ اس کا علاج گناہوں سے کرنا چاہتے ہیں؛ مگر یہ خام خیالی ہے؛ بل کہ گناہ کرنے سے یہ لت اور مضبوط ہو جاتی ہے اور اس کا چھوڑنا اور مشکل ہو جاتا ہے۔

امام بوصیری نے اپنے قصیدے ''بردہ'' میں فرمایا:

فَلَا تَرُمْ بِالمَعَاصِيْ كَسْرَ شَهْوَتِهَا
إِنَّ الطَّعَامَ يُقَوِّيْ شَهْوَةَ النَهِم

اور اس شعر کا منظوم ترجمہ محترم فیاض الدین نظامی نے اس طرح کیا ہے:

نفس کی خواہش، گناہوں سے نہیں ہوتی دور
جس طرح جوع البقر میں، پُر نہیں ہوتا شکم

لہٰذا یہ خام خیالی ہے کہ گناہ کر لینے سے گناہوں کے جذبات سرد ہو جاتے ہیں، نہیں؛ بل کہ اور بڑھ جاتے ہیں۔علامہ بوصیری نے اس کو ایک مثال سے بھی واضح کیا ہے۔

وَالنَّفُسُ كَالطِّفُلِ إِنْ تُمُهِلُهُ شَبَّ عَلَى
حُبِّ الرَّضَاعِ ، وَإِنْ تَفُطِمُهُ يَنُفَطِم

قصیدۂ بردہ کے منظوم مترجم جناب فیاض الدین نظامی نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے

نفس کی ہیں عادتیں، مانندِ طفلِ شیرخوار
دودھ پیتا جائے گا، جب تک چھڑائیں گے نہ ہم

اس کا حاصل یہ ہے کہ جب تک نفس کو اس کی خواہشات سے نہیں روکیں گے، اس وقت تک وہ معصیت و گناہ سے اور لذات وخواہشات سے بچ نہیں سکتا۔جیسے شیرخوار بچے کو دودھ چھڑایا نہ جائے ،تو وہ کبھی اس کو نہیں چھوڑتا؛ بل کہ ہوسکتا ہے کہ بڑا ہو کر بھی اس سے باز نہ آئے۔اسی طرح نفس کو بھی گناہ سے جبراً وقہراً بچانا اور چھڑانا چاہیے۔

پہلا قدم توبۂ نصوح

ترکِ گناہ کے لیے سب سے پہلا قدم ''توبۂ نصوح'' ہے؛لہٰذا اس کے لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اللہ کی جناب میں ''توبۂ نصوح''،یعنی سچی و پکی توبہ کرے اور اللہ تعالی کے سامنے خوب گڑگڑا کر اپنے تمام گناہوں سے معافی مانگ لے۔

توبہ کی فضیلت

توبہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں:

(۱) ایک حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب توبہ کرتا ہے،تو اللہ تعالی

اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا اونٹ توشے وسامان کے ساتھ کسی جنگل میں کھو جائے، یہاں تک کہ اس کو شدید بھوک و پیاس لگے اور اس کے ملنے کی کوئی امید نہ ہو، پھر اچانک مالک کو وہ مل جائے، تو کس قدر خوشی اس کو ہوتی ہے، اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالی کو مؤمن بندے کے توبہ کرنے سے ہوتی ہے۔

(بخاری: ۶۳۰۸، ترمذی: ۲۴۹۸، ابن ماجہ: ۴۲۴۹، مسند احمد: ۳۵۲۸)

(۲) حضرت ابوموسی اشعری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "**إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيْءُ النَّهَارِ، وَ يَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ اللَّيْلِ، حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِن مَغْرِبِهاَ**" (بے شک اللہ تعالی اپنی رحمت کا ہاتھ رات میں کھول دیتے ہیں؛ تاکہ دن کا گنہ گار توبہ کرلے اور دن میں اپنا ہاتھ کھول دیتے ہیں؛ تاکہ رات کا گنہ گار توبہ کرلے (یہ سلسلہ جاری رہے گا) یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو)

(مسلم: ۱۶۵، ۷۱، مسند احمد: ۱۹۵۴۷)

الغرض اللہ سے توبہ کرنے میں کوئی پہلو تہی نہ ہونا چاہیے اور نہ شرم کرکے اللہ کے دربارِ عالی سے دور رہنا چاہیے؛ بل کہ حاضر ہوکر اپنے تمام گناہوں کے لیے معافی طلب کرلینا چاہیے۔

نماز توبہ

اور توبہ کی نماز کا اہتمام بھی بہتر بات ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"**مَا مِن عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يُذْنِبُ ذَنْباً، فَيَتَوَضَّأُ، فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ، ثُمَّ**

يُصَلِّي رَكْعَتَينِ ، فَيَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ إِلَّا غَفَرَ لَهُ ''(کوئی بھی مومن بندہ گناہ کر بیٹھے پھر اچھی طرح سے وضو کرے اور دو رکعتیں پڑھے اور اللہ سے مغفرت چاہے، تو اللہ تعالی اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں)

(مسند احمد:٥٦،شرح السنۃ:١٥١/٤،سنن کبری نسائی:١٠١٧٨)

لہٰذا توبہ کا آغاز، نماز توبہ سے کرے اور پھر خوب گڑگڑا کر اپنے گناہوں کے لیے معافی طلب کرے۔

توبہ کا فائدہ

اس طرح کی توبہ کا اثر ونتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی اس کو گناہ سے پاک بھی کر دیتے ہیں اور اس کے گناہ کے ریکارڈ کو ختم بھی کر دیتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِذَا تَابَ الْعَبْدُ مِنْ ذُنُوبِهِ ، أَنْسَى اللّٰهُ حَفَظَتَهُ ، وَ أَنْسٰى ذٰلِکَ جَوَارِحَهُ ، وَ مَعَالِمَهُ مِنَ الأَرْضِ ، حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ يَومَ الْقِيَامَةِ وَ لَيْسَ عَلَيهِ شَاهِدٌ مِنَ اللّٰهِ بِذَنْبٍ ''(جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے، تو اللہ تعالی اس کے لکھنے والے فرشتوں سے اس کا گناہ بھلا دیتے ہیں اور اس کے اعضا سے اور زمین کے نشانات سے بھی، اس کو مٹا دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ قیامت کے روز اللہ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کے خلاف اللہ کی جانب سے کوئی گناہ کا گواہ نہیں ہوتا)

(التوبۃ لابن عساکر:٣٥،الجامع الصغیر:٥١٣)

علامہ المناوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ توبہ کا حکم دینے والے خود اللہ تعالی ہیں اور وہ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں اور اسی کی جانب

ان گنہ گاروں نے رجوع کیا اور اس کے قرب سے، اپنے گناہوں کی گندگی کو صاف کیا، تو جب ان لوگوں نے اللہ کی پسندیدہ چیز سے اس کا قرب پایا ہے، تو اللہ کو ان پر غیرت آتی ہے کہ کوئی دوسرا ان کے عیب و گناہ پر مطلع ہو؛ لہٰذا وہ اپنی چادر سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ (فیض القدیر: ۲/۴۰۰)

توبہ کا ایک واقعہ

ایک عجیب واقعہ امام ابن فرحون اور امام غزالی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نوجوان شخص، بیس سال تک عبادت میں لگا رہا، پھر شیطان نے معاصی اس کے لیے مزین کر دیے اور وہ بیس سال تک گناہوں میں پڑا رہا، پھر ایک دن اس نے اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھا، تو ڈاڑھی میں ایک بال سفید نظر آیا، یہ اس کو برا لگا اور اللہ سے عرض کیا کہ الٰہی! میں نے بیس سال تک آپ کی اطاعت کی اور بیس سال نافرمانی کی، اگر میں اب آپ کی جانب لوٹ آؤں، تو کیا آپ مجھے قبول کریں گے؟ اس کو غیب سے آواز آئی: "**أَحْبَبْتَنَا أَحْبَبنَاکَ ، وَتَرَکْتَنَا فَأَمْهَلْنَاکَ ، فَإِنْ رَجَعْتَ إِلَیْنَا قَبِلْنَاکَ**" (تو نے ہم سے محبت کی، تو ہم نے بھی تجھ سے محبت کی اور جب تو نے ہمیں چھوڑ دیا، تو ہم نے تجھے مہلت دی اور اگر تو دوبارہ ہماری جانب رخ کرے گا، تو ہم بھی دوبارہ تجھے قبول کرلیں گے)

(احیاء العلوم: ۴/۱۵، الزاھر: ۳۴)

توبۂ نصوح کی شرطیں

اور توبۂ نصوح یعنی سچی و پکی توبہ کیا ہے؟ علما نے فرمایا کہ توبہ میں تین شرطیں

ہیں:

(۱) ایک یہ کہ گناہ سے فی الفور باز آجائے، یہ نہیں کہ گناہ بھی جاری ہے اور توبہ بھی جاری، اس کو شرعاً توبہ نہیں کہتے۔

بل کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن عباس نے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو گناہ سے توبہ کرتا ہے، وہ ایسا ہے جیسے اس نے گناہ ہی نہ کیا ہو اور جو گناہ پر قائم رہتے ہوئے استغفار کرتا ہے، وہ ایسا ہے جیسے اللہ کا مذاق اڑانے والا۔

(الجامع الصغیر:۳۳۸۷، التوبہ:۱۵۹)

(۲) دوسری یہ کہ دل میں گناہ پر پشیمانی و ندامت ہو کہ یہ برائی میں نے کیوں کی؟ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلنَّدَمُ التَّوبَۃُ'' (ندامت ہی توبہ ہے)

(ابن ماجہ:۴۲۵۲، مسند احمد:۳۵۶۹، صحیح ابن حبان:۲/۳۷۷)

معلوم ہوا کہ اصل توبہ اسی ندامت کا نام ہے، اگر انسان کے دل میں گناہ پر ندامت و پشیمانی پیدا ہو جائے، تو سمجھو کہ توبہ ہو گئی اور اگر دل میں کوئی ندامت ہی نہیں ہے، صرف زبان سے استغفار کر رہا ہے، تو وہ حقیقی و واقعی توبہ نہیں ہوئی۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ دوبارہ گناہ کی طرف نہ جانے کا عزم ہو؛ لہٰذا اللہ سے عہد و پیمان کرے کہ پھر یہ غلط کام نہیں کروں گا اور پوری طرح بچ کر رہوں گا۔

الغرض جب اس طرح توبہ کر لے اور اس پر جم جائے تو کوشش کرتا رہے کہ کوئی گناہ سرزد نہ ہونے پائے۔

تائبین پر خدا کی عنایات

جب اللہ کی جناب میں کوئی گنہ گار بندہ توبہ کرتا ہے اور اس کا دل اس سلسلے میں سچا ہوتا ہے، تو اللہ تعالی کی اس پر بے پناہ عنایات ہوتی ہیں اور اللہ تعالی اس بندے کو اپنے مقربین میں شمار کر لیتا ہے۔

حضرت بشر حافی کی توبہ کا واقعہ

حضرت بشر حافی ایک بڑے اللہ والے گزرے ہیں، زاہدین و عارفین میں ان کا شمار ہوتا ہے، اللہ نے بے پناہ مقبولیت سے نوازا تھا، جب ان کا انتقال ہوا تو فجر کے وقت جنازہ اٹھایا گیا اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے قبرستان کو پہنچتے پہنچتے عشاء کا وقت ہو گیا، یہ عجیب و روح پرور منظر دیکھ کر امام علی بن المدینی اور ابو نصر التمار وغیرہ ائمہ حدیث نے چیخ چیخ کر کہا کہ یہ آخرت کے شرف سے پہلے دنیا کا شرف ہے اور کہا گیا کہ ان کے گھر کے جنات بھی ان کی وفات پر رو رہے تھے۔

(البدایہ والنہایہ: ۱۰/۲۹۸، الوافی فی الوفیات: ۸/۱۳۷)

ان کی توبہ کا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ وہ پہلے لہو ولعب میں مبتلا رہتے تھے، شراب و کباب کی مجلسیں چلتی تھیں، ایک بار اپنے دوست واحباب کے ساتھ اپنے ہی گھر میں شراب و کباب اور گانے بجانے میں مست تھے کہ کسی نے دروازے پر دستک دی، بشر حافی کی ایک باندی، دروازے پر دیکھنے کو گئی، تو آنے والے شخص نے اس سے پوچھا :

''صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ حُرٌّ أَوْ عَبْدٌ ؟

(اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام؟)

باندی نے کہا کہ حر یعنی آزاد ہے (کیوں کہ گھر کا مالک تو آزاد ہی ہوسکتا ہے،کوئی غلام کہاں ہوسکتا ہے)

اس شخص نے کہا کہ ہاں تم نے سچ کہا، اگر وہ غلام ہوتا،تو عبودیت وغلامی کے آداب کالحاظ بھی کرتا اورلہو ولعب چھوڑ دیتا۔

یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا اور بشر حافی جو وہاں نشہ میں مست پڑے تھے،اس شخص کی اور باندی کی یہ گفتگوسن رہے تھے،وہ جلدی سے دروازے کی جانب آئے؛مگر وہ شخص جاچکا تھا۔

باندی سے پوچھا کہ وہ آدمی کس طرف کوگیا؟ باندی نے بتایا کہ اس طرف،تو وہ اس کی تلاش میں نکلے اورایک جگہ اس کو پالیا اور پوچھا کہ کیا آپ ہی نے دروازے پر باندی سے اس طرح کی گفتگو کی تھی؟

اس نے کہا کہ ہاں !تو بشر حافی نے کہا کہ ایک بار پھر اپنی بات دہرائیے، جب اس نے کہا کہ یہ گھر والا اگر اللہ کا غلام ہوتا،تو غلامی کا انداز اختیار کرتا اورلہو ولعب میں شراب وکباب میں زندگی نہ کرتا۔

یہ سن کر بشر حافی تڑپنے لگےاوراپنے گال زمین پر رکھ دیےاور کہنے لگے کہ نہیں ! میں آزادنہیں ؛بل کہ غلام ہوں، غلام ہوں ۔یعنی اللہ کا غلام اوراسی دن سے تمام بدکاریوں اورگناہوں سےتوبہ کرلی اور کہا کہ اللہ سے عہدو پیمان کے وقت (یعنی توبہ کے وقت) چوں کہ پیروں میں جوتے یا چپل نہیں تھے؛اس لیے اب عمر بھر اسی حال سے رہوں گا اوراسی لیے ان کا نام ''حافی'' پڑ گیا۔ (التوابین:۲۱۱)

ایک بنی اسرائیلی کی توبہ

حضرت کعب احبار سے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ منقول ہے کہ وہ ایک

فاحشہ عورت کے پاس گیا اور زنا کیا اور غسل کرنے ایک نہر میں اترا، تو نہر سے آواز آئی کہ اے فلاں! کیا تجھے شرم نہیں آتی ؟ کیا تو نے اس سے پہلے اس گناہ سے توبہ نہیں کر لی تھا؟ اور کیا تو نے دوبارہ نہ کرنے کی بات نہیں کہی تھی؟ یہ شخص یہ سن کر خوف زدہ ہوا اور نہر سے یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا کہ پھر گناہ نہیں کروں گا، پھر وہاں سے وہ ایک پہاڑ پر گیا، جہاں بارہ آدمی اللہ کی عبادت میں مشغول تھے، یہ بھی ان میں شامل ہو گیا اس درمیان وہاں قحط پڑ گیا، تو وہ لوگ غذا کی تلاش میں پہاڑ سے اترے اور اسی نہر پر سے گزرنا چاہتے تھے، اس شخص نے کہا کہ میں وہاں نہیں آ سکتا، ان عبادت گزاروں نے پوچھا کہ کیوں؟ کہنے لگا کہ وہاں کوئی ہے، جو میرے گناہ پر مطلع ہو جاتا ہے؛ لہٰذا اس کے سامنے جانے سے مجھے شرم آتی ہے۔

وہ لوگ اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے اور نہر پر پہنچے، تو ندا آئی کہ وہ تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ ان لوگوں نے بتایا کہ وہ یہاں آنے سے شرماتا ہے؛ کیوں کہ یہاں کوئی ہے، جو اس کے گناہ پر مطلع ہو جاتا ہے۔ آواز آئی کہ سبحان اللہ!! جب تم میں سے بھی کوئی اپنی اولاد سے یا رشتہ دار سے ناراض ہو جاتا ہے اور وہ اپنی برائی سے رجوع کر لیتا ہے، تو تم معاف کر دیتے ہو، اسی طرح یہ تمھارا ساتھی بھی گناہ کا مرتکب ہوا ؛ مگر اس نے توبہ کر لی، تو میں نے بھی اس کو معاف کر دیا اور میں اس کو چاہتا ہوں؛ لہٰذا تم لوگ اس کو اس کی خبر دیدو۔ (التوابین لابن قدامہ: ۹۱)

اللہ اکبر ! ایسا کریم آقا، جو ہمارے ساتھ اس قدر رحم و کرم کرتا ہے اور ہم اس کو چھوڑ کر شیطان سے دوستی کر لیتے ہیں، تب بھی وہ ہمیں نہیں بھولتا اور پھر ہمیں معاف بھی کر دیتا ہے، اس کی نافرمانی و گناہ کرنا کیا شرافت انسانی کے خلاف نہیں ہے؟

حضرت موسیٰ کے زمانے کے ایک گنہ گار کی توبہ ومناجات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک گنہ گار شخص تھا، جس سے لوگوں نے بیزار ہوکر، اس کو اپنے شہر سے نکال دیا، وہ ایک ویرانے میں رہنے لگا تھا اور جب اس کی موت کا وقت ہوا اور وہ انتقال کر گیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ ہمارے ایک ولی کی فلاں جگہ وفات ہوگئی ہے، آپ اس کو غسل وکفن دے کر نماز جنازہ پڑھیں اور لوگوں کو بتادیں کہ جس کے گناہ زیادہ ہوں، وہ لوگ اگر اس کے جنازے میں شریک ہوں، تو میں ان کی بھی مغفرت کردوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں اعلان کردیا اور کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوگئے، اور جب لوگوں نے اس کی لاش کو دیکھا، تو اس کو پہچان لیا اور کہا کہ حضرت! یہ تو بڑا گناہ گار شخص تھا اور ہم نے تنگ آکر اس کو گاؤں سے نکال دیا تھا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعجب ہوا اور اللہ سے سوال کیا کہ اے اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ تو اللہ کی وحی آئی کہ اے موسیٰ! یہ بات تو سچ ہے کہ یہ گنہ گار تھا؛ مگر جب اس کی موت کا وقت آیا، تو اس نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی رشتہ دار یا دوست نظر نہیں آیا اور خود کو تنہا واکیلا محسوس کیا اور آسمان کی جانب نظر اٹھایا اور کہنے لگا :

”یا إلهي! عبدٌ من عِبادِکَ ، غَریبٌ في بِلادِکَ لو علمتُ أنّ عذابي یزید في مُلکِکَ ، و عَفوَکَ عَنِّي یَنقُصُ من مُلکِکَ ، لَمَا سَألتُکَ المَغفِرَةَ ، ولیسَ لي مَلجَأً ، ولا رجاءٌ إلّا أنتَ ، و قد سمعتُ فِیمَا أُنزَلتَ أنَّکَ قُلتَ : إنِّي أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیمُ ، فَلَا تُخَیِّبُ رَجَائِيْ“

(اے میرے پروردگار! میں تیرے بندوں میں سے
ایک بندہ اور تیری بستیوں سے نکالا ہوا غریب الوطن ہوں، اگر
میں یہ جانتا کہ مجھے عذاب دینے سے آپ کی حکومت میں کوئی
زیادتی ہوتی ہے یا مجھے معاف کر دینے سے آپ کی حکومت
میں کمی ہوتی ہے، تو میں آپ سے مغفرت کا سوال نہ کرتا، میری
پناہ اور امید کا مرکز سوائے آپ کی ذات کے کوئی نہیں، میں
نے یہ سنا ہے کہ آپ نے اپنے کلام میں یہ نازل کیا ہے کہ "میں
ہی غفور الرحیم ہوں" پس میری امید میں مجھے ناکام نہ فرما)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! کیا میرے لیے یہ اچھی بات تھی کہ میں اس غریب الوطن کو رد کر دیتا؟ جب کہ وہ میرے سے وسیلہ پکڑ رہا ہے اور میرے سامنے گڑگڑا رہا ہے؟۔ (التوابین:۸۲)

ایک نوجوان کی اللہ کے حضور مناجات

علی بن الموفق نے منصور بن عمار سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات صبح ہو جانے کے خیال سے باہر نکلا اور ابھی رات باقی تھی، پس میں ایک چھوٹے سے دروازے کے پاس بیٹھ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان روتے ہوئے اللہ کے حضور اس طرح مناجات کر رہا ہے:

"وَعِزَّتِکَ ، وَ جَلاَلِکَ مَا أَرَدْتُ بِمَعْصِيَتِکَ
مُخَالَفَتَکَ ؛ وَلٰکِنْ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ، وَ غَلَبَتْنِيْ
شِقْوَتِيْ ، وَغَرَّنِيْ سِتْرُکَ الْمُرْخٰی عَلَيَّ ، فَالآنَ
مِنْ عَذَابِکَ مَنْ يَسْتَنْقِذُنِيْ ؟ و بِحَبْلِ مَنْ أَتَّصِلُ

، اِنْ أَنْتَ قَطَعْتَ حَبْلَکَ عَنِّيْ ؟ وَاسَوْأَتَاهُ عَلٰی مَا مَضٰی مِنْ أَيَّامِيْ فِيْ مَعْصِيَةِ رَبِّيْ ، يَا وَيْلِيْ!! کَمْ أَتُوْبُ، وَکَمْ أَعُوْدُ ؟ قَدْ حَانَ لِيْ أَنْ أَسْتَحْيِيَ مِنْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ " (تیری عزت وجلالت کی قسم ! میں نے تیری نافرمانی سے تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا؛ لیکن میرے نفس نے مجھے پھسلایا اور میری بدبختی مجھ پر غالب آئی اور آپ کی ستاری کے پردے نے مجھے دھوکہ میں ڈال دیا تھا، پس اب کون آپ کے عذاب سے مجھے بچا سکتا ہے اور میں کس کی رسی کو پکڑ سکتا ہوں، اگر آپ نے اپنے تعلق کی رسی مجھ سے کاٹ لی؟ وائے افسوس!! ان ایام پر جو گنا ہوں میں گزر گئے، ہائے میری خرابی!! میں کتنی بار توبہ کرتا اور کتنی بار توبہ توڑ کر گناہ کی طرف عود کرتا رہا ہوں گا؟ اب وقت آ گیا ہے کہ میں میرے رب سے حیا کروں)

حضرت منصور کہتے ہیں کہ اس کی یہ مناجات سن کر میں نے یہ آیت پڑھ دی:

﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا أَنْفُسَكُمْ ، وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا ، وَّقُوْدُهَا النَّاسُ ، وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ ، غِلَاظٌ ، شِدَادٌ ، لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ أَمَرَهُمْ، وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾[سورہ تحریم:٦]

(اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی اس آگ سے بچاؤ!! جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت وتندخو فرشتے مقرر ہیں، جو کسی بات میں اللہ کی مخالفت نہیں کرتے، جس کا اللہ نے ان کو حکم دیا ہے اور وہی کرتے ہیں، جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے)

حضرت منصور کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ آیت پڑھی ،تو مجھے ایک آواز اور سخت ضطراب سنائی دیا، میں پھر اپنے کام سے چلا گیا، جب واپس آیا تو دیکھتا ہوں کہ اس نوجوان کا جنازہ رکھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے سننے سے،اس کی موت ہوگئی۔

(البدایۃ والنہایہ:۱۰/۱۷۹،صفۃ الصفوۃ:۳/۱۸۴،احیاءالعلوم:۴/۴۲۲،التبصرۃ لابن الجوزی:۱۶)

شاعرابونواس کی توبہ ومناجات

عرب کے مشہور شاعر ابونواس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی وفات کے بعد اس کو خواب میں دیکھا گیا اور پوچھا گیا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ اللہ نے میری مغفرت،ان اشعار کی وجہ سے کردی، جو میں نے بیماری کے دنوں میں مرنے سے پہلے کہے تھے اور وہ میرے تکیے کے نیچے رکھے ہیں، جب اس کے تکیے کے نیچے دیکھا گیا،تو ایک کاغذ پر یہ اشعار لکھے ہوئے ملے:

یَا رَبِّ إِنْ عَظُمَتْ ذُنُوْبِي کَثْرَةً
فَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ عَفْوَکَ أَعْظَمُ
إِنْ کَانَ لَایَرْجُوْکَ إِلَّا مُحْسِنٌ
فَمَنِ الَّذِيْ یَرْجُو الْمُسِيْءُ الْمُجْرِمُ؟
أَدْعُوْکَ رَبِّيْ کَمَا اَمَرْتَ تَضَرُّعًا
فَإِذَا رَدَدْتَّ یَدَيَّ فَمَنْ ذَا یَرْحَمُ؟
مَا لِيْ إِلَیْکَ وَسِیْلَةٌ إِلَّا الرَّجَا
وَجَمِیْلَ عَفْوِکَ ثُمَّ أَنِّيْ مُسْلِمُ

۱- اے میرے پروردگار! اگر میرے گناہ زیادہ ہیں،تو میں یہ بھی جانتا ہوں کہ

تیری معافی ومغفرت اس سے زیادہ بڑی ہے۔

۲-اگر نیکی کرنے والا ہی تیری رحمت سے امید رکھ سکتا ہے، تو وہ کون ہے جس سے گناہ گار مجرم بندہ امید رکھے؟

۳-میں تجھ سے اسی طرح گڑ گڑا کر مانگتا ہوں، جیسا کہ تو نے حکم دیا ہے، پس اگر تو ہی میرے ہاتھوں کو رد کردے، تو پھر کون مجھ پر رحم کرے گا؟

۴-تیری رحمت سے امید اور تیری معافی، پھر میرے مسلمان ہونے کے سوا میرا کوئی وسیلۂ نجات نہیں ہے)

(آثار البلاد للقزوینی:۲۲۹، البدایہ والنہایہ:۱۰/۲۲۴، المنتظم:۱۰/۲۴، تاریخ بغداد:۹/۴۶۱)

ایک منظوم عربی مناجات

علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''بحر الدموع'' میں کسی کی یہ منظوم مناجات نقل کی ہے، جو بہت ہی دل گداز ورقتِ قلبی پیدا کرنے والی ہے، عربی داں حضرات خصوصاً اس کو پڑھ لیا کریں، تو بڑا فائدہ ہوگا:

أَتَيْتُکَ رَاجِياً يَا ذَا الْجَلَالِ!!
فَفَرِّجْ مَا تَرٰی مِنْ سُوْءِ حَالِيْ
عَصَيْتُکَ سَيِّدِيْ وَيْلِيْ بِجَهْلِيْ
وَعَيْبُ الذَّنْبِ لَمْ يَخْطُرْ بِبَالِيْ
إِلٰی مَنْ يَشْتَکِي الْمَمْلُوْکُ إِلَّا
إِلٰی مَوْلَاهُ يَا مَوْلَی الْمَوَالِيْ!!
فَوَيْلِيْ لَيْتَ أُمِّيْ لَمْ تَلِدْنِيْ
وَلَا أَعْصِيْکَ فِيْ ظُلَمِ اللَّيَالِيْ

وَهَا!! أَنَا ذَا عُبَيْدُکَ عَبْدُ سُوْءٍ
بِبَابِکَ وَاقِفٌ يَا ذَا الْجَلَالِ!!
فَإِنْ عَاقَبْتَ يَا رَبِّ ، فَإِنِّي
مُحَقٌّ بِالْعَذَابِ ، وَبِالنَّکَالِ
وَإِنْ تَعْفُوْ، فَعَفْوَکَ أَرْتَجِيْهِ
وَيَحْسُنُ إِنْ عَفَوْتَ قَبِيْحُ حَالِيْ

۱-اے ذوالجلال! میں تیرے دربار میں امید لیے آیا ہوں؛ لہٰذا میرا برا حال درست فرمادے۔

۲-اور میرے آقا! میں نے افسوس کہ اپنی جہالت سے آپ کی نافرمانی کی اور گناہ کی برائی کا کوئی کھٹکا بھی میرے دل میں پیدا نہیں ہوا۔

۳-اے سب آقاؤں کے آقا! غلام آخر اپنے آقا کے سوا کس سے اپنا شکوہ کرے گا؟

۴-پس ہائے میری خرابی! کاش کہ میری ماں مجھے نہ جنتی اور نہ میں رات کی تاریکیوں میں تیری نافرمانی کرتا۔

۵-اور اے جلال والے بادشاہ! اب یہ تیرا ادنی غلام، نہایت براو گندہ تیرے دروازے پر کھڑا ہے۔

۶-پس اگر آپ مجھے سزا دیں، تو میں عذاب وسزا کا مستحق ہوں۔

۷-اور اگر آپ معاف کردیں، تو میں اسی کی امید رکھتا ہوں اور میرا برا حال آپ کے معاف کرنے سے ٹھیک ہوجائے گا۔

الغرض جب بندہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالی اس کی توبہ قبول کرتے

ہیں اور اس کے ساتھ ایک بلند مقام بھی اس کو دیا جاتا ہے، ایسا مقام جو اللہ کے فرشتوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی نے بہت خوب فرمایا:

کبھی طاعتوں کا سرور ہے، کبھی اعتراف قصور ہے

ہے ملک کو جس کی نہیں خبر، وہ حضور مرا حضور ہے

معلوم ہوا کہ اس خاص حضوری سے فرشتے بھی بے خبر ہوتے ہیں، جو سچے دل سے توبہ کرنے والوں کو نصیب ہوتا ہے، پھر بعض اوقات دنیا ہی میں ان لوگوں کو کوئی کرامت بھی مل جاتی ہے۔

ایک حداد یعنی لوہار کا قصہ

علامہ ابن الجوزی نے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ نے کہا کہ میں نے ایک لوہار کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے آگ کے اندر سے لوہا نکالتا ہے اور ہاتھ کی انگلیوں ہی سے اس کو الٹ پلٹ کر رہا ہے۔ میں نے دل دل میں کہا کہ یہ کوئی اللہ والا ہے، پھر میں اس کے قریب ہوا اور سلام کیا، اس نے جواب دیا، میں نے کہا کہ اے سردار! آپ کو جو یہ کرامت ملی ہے، اس کے حوالے سے آپ میرے لیے دعا کر دیں۔

اس نے کہا کہ بھائی! میں ایسا نہیں ہوں جیسا آپ سمجھ رہے ہیں؛ لیکن میں اپنا قصہ آپ کو سناتا ہوں، وہ یہ کہ میں بہت گناہ کیا کرتا تھا، ایک بار ایک حسین عورت سے سابقہ پڑا، اس نے مجھ سے کہا کہ اللہ کے لیے کچھ ہو تو دیدو، وہ عورت میرے دل میں سما گئی، میں نے کہا کہ میرے گھر چل، تجھے اتنا دیدوں گا جو کافی ہو جائے؛ مگر وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور پھر کچھ دیر بعد روتے ہوئے آئی اور کہنے لگی کہ مجھے وقت نے مجبور کیا ہے؛ اس لیے میں دوبارہ تمہارے پاس آئی ہوں۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں اس کو لے کر گھر آیا اور اس کو بٹھا کر اس کے قریب ہوا، تو وہ اس طرح تڑپنے لگی، جیسے تیز ہوا کے تھپیڑوں میں کشتی حرکت کرتی ہے، میں نے کہا کہ کیوں تڑپتی ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ کے خوف سے کہ کہیں وہ ہمیں اس حال میں نہ دیکھ لے؛ لہٰذا تم اگر مجھ کو چھوڑ دو، تو اللہ تم کو نہ دنیا میں آگ سے جلائے گا اور نہ آخرت میں جلائے گا۔

کہتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا، وہ چلی گئی اور مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین عورت ہے، میں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس لڑکی کی ماں ہوں، تجھے معلوم ہو کہ یہ میری لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہے، اللہ تم کو جزا دے اور تم کو نہ دنیا میں آگ سے جلائے اور نہ آخرت میں جلائے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے توبہ کر لیا اور اللہ کی جناب میں رجوع ہوگیا۔ (الزہر الفاتح:۱۴)

ایک قصاب کا واقعہ

امام ابو بکر بن عبد اللہ المزنی کہتے ہیں کہ ایک قصاب نے ایک باندی سے معاشقہ کیا، وہ ایک بار اپنے آقا کے گھر والوں کے کام سے کہیں جا رہی تھی کہ اس نے اس کا پیچھا کیا اور اس کو پھسلانے کی کوشش کی؛ مگر اس باندی نے کہا کہ مجھ سے کوئی برا کام نہ کرو، تم مجھ سے جتنی محبت کرتے ہو، میں تم سے اس سے زیادہ محبت کرتی ہوں؛ مگر مجھے اللہ کا خوف ہے؛ لہٰذا میں کوئی برا کام نہیں کروں گی۔

قصاب نے کہا کہ اگر تو اللہ سے ڈرتی ہے، تو میں کیوں نہ اللہ سے ڈروں؛ لہٰذا میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر وہاں سے وہ لوٹ رہا تھا کہ اس کو گرمی کی شدت سے شدید پیاس معلوم ہوئی، یہاں تک کہ ہلاکت کے قریب ہوگیا۔ پس اس نے دیکھا کہ بنی

اسرائیل کے پیغمبر کے ایک قاصد وہاں سے گزر رہے ہیں، انھوں نے اس سے حال پوچھا، اس نے پیاس کا حال بتایا، انھوں نے کہا کہ چلو ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں ایک بادل کا ٹھنڈا سایہ عطا کردے۔

اس قصاب نے کہا کہ میرا کوئی ایسا عمل نہیں کہ میری دعا قبول ہو، آپ ہی دعا کیجیے۔ اس قاصد نے کہا کہ اچھا میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہو۔ چناں چہ انھوں نے دعا کی اور اس نے آمین کہی اور اللہ نے دعا قبول کر کے ان کو ایک بادل کا سایہ عطا کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں اس سایہ میں چل کر اپنے قریہ کو پہنچ گئے اور جب وہ قصاب اپنے گھر کی جانب چلنے لگا، تو وہ سایہ اسی کے ساتھ ہو گیا، یہ دیکھ کر اس قاصد نے کہا کہ بھائی! تم تو کہتے تھے کہ میرا کوئی عمل صالح نہیں ہے اور یہاں تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سایہ تو تمہاری ہی وجہ سے ملا ہے؛ لہٰذا مجھے تمہارا قصہ سناؤ کہ کیا ہے؟ تب اس نے اپنی توبہ کا قصہ سنایا، تو اس قاصد نے کہا کہ جو توبہ کرتا ہے، وہ اللہ کے نزدیک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں کوئی دوسرا نہیں پہنچتا۔

(احیاء العلوم: ۱۰۶/۳)

گناہ چھوڑنے کے لئے چند اہم نسخے

اس کے بعد ہم یہاں قرآن وحدیث اور بزرگانِ سلف کے اقوال و احوال و واقعات کی روشنی میں نفس کو گناہ سے باز رکھنے یا یوں کہیے کہ نفس کو گناہ کی علت و عادت چھڑانے کے لیے چند اہم نسخے پیش کرتے ہیں، جن کو ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ امید ہے کہ ان سے گناہ کی عادت چھوڑنے میں مدد ملے گی۔

اللہ سے شرم و حیا

پہلی بات یہ ذہن میں ہونا چاہیے کہ جس طرح آدمی انسانوں سے حیا و شرم کرتا

ہے،اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھی حیا کرے،کیا کوئی آدمی اپنے باپ یا ماں یا استاذ یا دوست کے سامنے گناہ کرنے تیار ہوگا؟نہیں؛ کیوں کہ حیا اس سے مانع بنتی ہے اور اگر انسان کو اللہ تعالیٰ سے حیا آ جائے تو وہ ضرور گناہوں سے بچے گا۔

حیا کی فضیلت

اسی لیے حدیث میں ہے:"الحَیاءُ شُعبَۃٌ مِنَ الإیْمَانِ"(حیا،ایمان کا ایک بڑا شعبہ ہے)

اور ایک حدیث میں ہے :"مَا کَانَ الْحَیَاءُ فِي شَيْءٍ إلَّا زَانَہٗ"
(کسی بھی چیز میں حیا ہو،تو وہ اس کو زینت دیتی ہے)

(ترمذی:۱۹۷۴،الادب المفرد:۲۱۰)

حیا کی حقیقت

ایک اور حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا :

" اسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی حَقَّ الحَیَاءِ "(اللہ سے اس طرح حیا کرو،جیسے اس سے حیا کرنے کا حق ہے)

صحابہ نے عرض کیا کہ الحمد للہ! ہم تو اللہ سے حیا کرتے ہیں،آپ نے فرمایا :

" لَیْسَ ذَاکَ؛ وَلٰکِنَّ الاسْتِحْیَاءَ مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الحَیَاءِ أنْ تَحْفَظَ الرَّأسَ ، وَمَا وَعٰی ، وَالْبَطْنَ ، وَمَاحَوٰی، وَلْتَذْکُرِ الْمَوتَ ، وَالبِلٰی ، وَمَنْ أَرَادَ الآخِرَۃَ ، تَرَکَ زِیْنَۃَ الدُّنْیَا ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ ، فَقَدِ اسْتَحْیٰی مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الحَیَاءِ"(یہ حیا نہیں!بل کہ اللہ سے

حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ تو سر اور سر میں، جو چیزیں (آنکھ، کان، ناک، زبان) ہیں، ان کو محفوظ کرے اور پیٹ اور اس کے اطراف کی چیزیں (شرم گاہ، پیر، ہاتھ) کو محفوظ رکھے اور آخرت اور (قبر میں جسم و اعضا کی) بوسیدگی کو یاد کرے اور جو شخص آخرت کو چاہتا ہے، وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے، پس جس نے یہ کام کیے اس نے اللہ کا حق حیا ادا کیا ہے)

(ترمذی: ۲۴۵۸، مسند احمد: ۱/۳۶۷، مسند البزار: ۳۹۱/۵، مستدرک: ۳۵۹/۴)

بے حیائی کا نقصان

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کو جانتا ہوں، جو قیامت کے دن تہامہ پہاڑ کے برابر چمکتے ہوئے اعمال لے کر آئیں گے، پس اللہ تعالی ان کے ان اعمال کو منتشر دھول کی طرح بے حقیقت بنا دیں گے۔

حضرت ثوبان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ان لوگوں کا کچھ حال بتائیے؛ تا کہ ہم بھی ان میں سے نہ ہو جائیں، جب کہ ہم ان کو نہیں جانتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ تمہارے بھائی ہیں، تمہاری جنس سے ہیں اور رات کی عبادت میں سے تمہاری طرح حصہ رکھتے ہیں؛ لیکن یہ لوگ جب اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں، تو ان کو پامال کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ: ۴۲۴۵، معجم اوسط: ۴۶۳۲)

حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ

اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! ہماری شرمگاہوں سے ہم کیا کر سکتے ہیں اور کیا ہمیں چھوڑ دینا ہے؟

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی اور باندی کے علاوہ سے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھنا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ اور اگر ہم تنہا ہوں تو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو پھر اللہ زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔ (المنہیات حکیم ترمذی: ۳۸)

الغرض اس حدیث سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ سے حیا یہی ہے کہ انسان گناہ و بے حیائی کی باتوں کو چھوڑ دے اور اپنے تمام اعضا کو گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچائے۔

حیا کی دو قسمیں

امام محمد بن نصر المروزی اپنی کتاب ''تعظیم قدر الصلاۃ'' میں فرماتے ہیں کہ حیا دو قسم کی ہے: ایک اللہ سے حیا اور دوسرے بندوں سے حیا اور بندے کے لیے زیادہ قابل لحاظ اللہ سے حیا ہے اور اگر اللہ تعالی مخلوق سے حیا کو ایک ''بہترین خلق'' نہ قرار دیتے، تو حیا کا اللہ کے سوا کوئی مستحق نہ ہوتا؛ کیوں کہ نفع و نقصان کا مالک اس کے سوا کوئی نہیں؛ لیکن اللہ نے اس بات کو پسند کیا کہ بندے بھی ایک دوسرے سے حیا کریں اور ایک دوسرے کے عیوب کو چھپائیں۔ (تعظیم قدر الصلاۃ: ۸۲۵/۲)

اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی کہتے ہیں کہ حیا کی دو قسمیں ہیں: ایک حیا، تیرے اور لوگوں کے مابین ہے اور دوسری حیا، جو تیرے اور اللہ کے درمیان ہے: جو حیا تیرے اور لوگوں کے درمیان ہے، وہ یہ ہے کہ تو ان باتوں سے آنکھ بند کر لے، جو حلال نہیں اور جو حیا تیرے اور اللہ کے درمیان ہے، وہ یہ ہے کہ تو اس کی نعمتوں کو جانے اور اس

کی نافرمانی سے شرم کرے۔ (تنبیہ الغافلین:۲۷۳)

حیا پر اکابر کے اقوال

(۱) حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ تم دروازہ بند کر لیتے اور پردہ ڈال لیتے اور لوگوں سے حیا کرتے ہو؛ لیکن اس قرآن سے حیا نہیں کرتے، جو سینے میں ہے اور رب جلیل سے حیا نہیں کرتے، جس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔

(تنبیہ الغافلین:۲۷۳)

(۲) حضرت امام ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ بعض حکما سے پوچھا گیا کہ: ''مَا أَنْفَعُ الحَيَاءِ؟ (سب سے بڑھ کر نفع بخش حیا کیا ہے؟) تو کہا کہ تیرا اللہ سے اپنی پسند کی چیز مانگنے اور اس کی نافرمانی کے کام کرنے سے شرم کرنا۔

(التوبہ لابن ابی الدنیا:۱۷۳)

(۳) فقیہ ابو اللیث نے نقل کیا ہے کہ کسی بزرگ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اگر تیرا نفس کسی گناہ کبیرہ کی تجھے دعوت دے، تو پہلے اپنی نگاہ آسمان کی طرف ڈال اور اس ذات سے حیا کر جو وہاں ہے اور اگر نفس نہ مانے، تو پھر زمین کی طرف نگاہ کر اور ان لوگوں سے حیا کر جو زمین میں ہیں، اگر تو نہ آسمان والے سے ڈرتا ہو اور نہ زمین والوں سے شرم کرتا ہو، تو اپنے آپ کو جانوروں میں سے سمجھنا۔

(تنبیہ الغافلین:۲۷۳)

(۴) امام ابن عطا اسکندری کہتے ہیں کہ بعض سلف سے منقول ہے: اگر گناہ کرنا ہو تو ایسی جگہ جا کر کرنا، جہاں کوئی تجھے نہ دیکھ رہا ہو، پس جو شخص اللہ کے دیکھنے سے حیا نہ کرے اور اپنے مولیٰ کا مقابلہ مختلف معاصی سے کرے، تو اس کی بصیرت کی آنکھ اندھی ہو چکی ہے۔ (ایقاظ اللھمم:۲۹۷)

(۵) امام تفسیر علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ اللہ سے حیا وہ نہیں ہے، جو تم سمجھتے ہو؛ بل کہ وہ یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اعضا کو اللہ کی نا مرضیات سے محفوظ رکھے۔

(بریقۃ محمودیہ شرح طریقۃ محمدیہ:۴/۱۵۴)

(۶) حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: " **الحَيَاءُ حَقُّ التَّقْوٰى ، وَلَا يَخَافُ الْعَبْدُ حَتّٰى يَسْتَحْيِيَ ، وَهَلْ وَجِلَ أَهْلُ التَّقْوٰى إِلَّا مِنَ الْحَيَاءِ** " (حیا تقوی کا حق ہے اور بندہ اس وقت تک خوف نہیں کر سکتا، جب تک کہ وہ حیا نہ کرے اور اہل تقوی حیا ہی کی وجہ سے تو ڈرتے ہیں)

(بریقۃ محمودیہ شرح طریقۃ محمدیہ:۴/۱۵۴)

حضرت ابن السماک اس سلسلے میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

يَا مُدْمِنَ الذَّنْبِ أَمَا تَسْتَحْيِ

وَاللّٰهُ فِي الْخَلْوَةِ ثَانِيكَا

غَرَّكَ مِن رَّبِّكَ إِمْهَالُهٗ

وَ سِتْرُهٗ طُوَّلَ مَسَاوِيكَا

(اے گناہوں پر اصرار کرنے والے!! کیا تو خلوت میں (اللہ سے) نہیں شرماتا، جب کہ وہ وہاں تیرا دوسرا ہے، تجھ کو تیرے پروردگار سے اس کی ڈھیل نے مغرور کر دیا ہے اور اس کی ستاری نے تیرے گناہوں کو بڑھا دیا ہے)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا

ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا بے نظیر حیا ہے، لوگوں سے بھی اور اللہ سے بھی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: " **كَانَ النَّبِيُّ** صلی اللہ علیہ وسلم **أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ العَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا** " (اللہ کے نبی اس

باکرہ لڑکی سے زیادہ حیادار تھے، جو اپنے پردے میں بیٹھی ہوئی ہو)

(بخاری:۳۵٦۲،مسلم:٦۱۷٦،مسند احمد:۱۱۷۰۱)

اور ایک حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ بیت الخلا کے لیے جاتے تھے تو بہت دور نکل جاتے تھے، یہاں تک کہ کوئی آپ کو دیکھ نہ پائے۔

(ابوداود:۲،سنن بیہقی:۱/۹۳،ابن ماجہ:۳۳۵)

یہ تو آپ کی شرم و حیا، انسانوں سے ہے اور اللہ سے شرم کا حال یہ ہے کہ جب آپ ﷺ بیت الخلا جاتے اور ضرورت کے لیے اپنے کپڑے اتارنا چاہتے، تو اس وقت تک جسم سے کپڑے نہ اتارتے، جب تک کہ زمین سے قریب نہ ہو جاتے۔

حضرت ابن عمر اور حضرت انس کہتے ہیں :

" إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ حَاجَةً لَا يَرْفَعُ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ "

(حضرت نبی ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ کرتے، تو اپنے کپڑے اس وقت تک نہ اتارتے، جب تک کہ زمین سے قریب نہ ہو جاتے)

(ابوداود:۱۴،ترمذی:۱۴،سنن بیہقی:۱/۹٦)

یہاں جس حیا کا ذکر ہے، ظاہر ہے کہ وہ لوگوں سے حیا نہیں؛ کیوں کہ آپ تو اس قدر لوگوں سے دور ہیں کہ کوئی یہاں سے آپ کو دیکھ ہی نہیں سکتا، پھر یہ حیا کیوں؟ یہ دراصل اللہ سے حیا ہے اور اسی آپ کی اللہ سے حیا کا ذکر درج ذیل حدیث میں بھی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ

" مَا نَظَرْتُ أَوْ مَارَأَيْتُ فَرْجَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَطُّ "(میں

نے کبھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ نہیں دیکھی)

(ابن ماجہ: ٦٦٢، مسند احمد: ٢٥٦٠٩، سنن بیہقی: ٩٤/٧)

یہ حدیث بھی آپ کی شرم وحیا کی ایک نادر مثال ہے اور یہ بھی اللہ سے شرم کی بات ہے ورنہ ظاہر ہے کہ بیوی سے کوئی شرم نہیں تھی؛ مگر اس حال میں بھی آپ اللہ سے حیا کرتے ہوئے کبھی اپنی بیوی کے سامنے بھی ننگے نہیں ہوئے۔

حضرت آدم کی حیا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم سے جب خطا ہو گئی، تو آپ کی شرمگاہ ظاہر ہوگئی اور آپ جنت سے نکل کر بھاگنے لگے، وہاں ایک درخت تھا اس کے پتے لے کر ڈھانپنے لگے۔

اللہ تعالی نے فرمایا: "أَفَرَاراً مِنِّي يَا آدَمُ؟ (کیا مجھ سے فرار ہونا چاہتے ہو، اے آدم!!)

آپ نے عرض کیا: "**لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ ؛ وَلٰكِنْ حَيَاءً مِنْكَ ، وَ مِمَّا جِئْتُ بِهِ**" (نہیں اے میرے رب! بل کہ آپ سے اور جو کام میں نے کیا ہے اس سے شرم کرتے ہوئے)

اور حضرت ابن المنکدر رفرماتے ہیں کہ جب آپ کو جنت سے اُتار دیا گیا، تو آپ برابر روتے رہے اور اللہ تعالی سے معافی مانگتے رہے۔

آپ فرماتے ہیں: "**مَا رَفَعْتُ طَرْفِي إِلَى السَّمَاءِ حَيَاءً مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى مُنْذُ صَنَعْتُ مَا صَنَعْتُ**" (میں نے جو خطا کی اس کی وجہ سے اللہ سے حیا کرتے ہوئے کبھی آسمان کی جانب اپنی آنکھ نہیں اٹھائی)

(تعظیم قدر الصلاۃ: ٢/٨٤٢-٨٤٣)

حضرت یوسف علیہ السلام کی حیا

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے بہکانے و پھسلانے کی کوشش کی تو اس وقت زلیخا نے وہاں کمرے میں رکھے ایک بت پر پردہ ڈال دیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کیوں ڈال دیا؟ تو زلیخا نے جواب دیا کہ مجھے اس بت سے شرم آ رہی ہے کہ اس حال میں وہ مجھے دیکھے۔ حضرت یوسف نے فرمایا کہ پھر تو میں زیادہ مستحق ہوں کہ اللہ سے شرم کروں۔

(تفسیر القرطبی: ۱۶۹/۹، فتح القدیر للشوکانی: ۲۰/۴)

حضرت داؤد علیہ السلام کی حیا

حضرت ابو عبد اللہ الجدلی حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے اللہ سے حیا کی وجہ سے مرتے دم تک کبھی آسمان کی جانب سر نہیں اٹھایا۔ (الزہد لابن المبارک: ۹۲/۱)

حضرت ابوبکر و ابوموسی کی حیا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! اللہ سے حیا کرو، بلاشبہ میں جب بیت الخلا جاتا ہوں تو اپنا سر اللہ سے حیا کی وجہ سے ڈھانپ لیتا ہوں۔

اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب اندھیرے کمرے میں بھی غسل کرتا ہوں، تو جب تک کپڑے نہ پہن لوں اپنی پیٹھ کو اللہ سے حیا کی وجہ سے سیدھا نہیں کرتا (یعنی سیدھا کھڑا نہیں ہوتا؛ تا کہ شرمگاہ نظر نہ آئے۔

(تعظیم قدر الصلاۃ: ۸۲۹/۲)

ایک حیادار کا واقعہ

امام قشیری نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو دیکھا گیا کہ وہ مسجد کے باہر والے حصہ میں نماز پڑھ رہا ہے، لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو مسجد میں داخل ہو کر کیوں نماز نہیں پڑھتا؟ تو اس نے کہا کہ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں اس کی معصیت و گناہ کر کے اس کے گھر میں داخل ہوں۔ (رسالہ قشیریہ:۹۸)

اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین

گناہ کے چھوڑنے کے لیے دوسرا نسخہ یہ ہے کہ اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین پیدا کرے۔ جب بندہ اللہ کو حاضر و ناظر سمجھے گا اور اس کا یقین کرے گا تو گناہ کرتے ہوئے، اس کو شرم بھی آئے گی اور خوف بھی اور اس کی وجہ سے خلوت و تنہائی میں بھی گناہ سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

اللہ تعالی نے قرآن میں اسی کی تعلیم کے لیے فرمایا:

﴿أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى﴾[القلم:۱۴]

(کیا وہ انسان جانتا نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے)

ایک جگہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ، وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْر﴾[الغافر:۱۹]

(وہ اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اس کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہے)

ایک اور موقعے پر ارشاد ہے:

﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر﴾[آل عمران:۱۵۴]

(اور اللہ سینے کی باتوں کو بھی جاننے والا ہے)

اور مختلف آیات میں اللہ تعالی کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ تمھارے کاموں کو دیکھنے والا ہے اور ان سے باخبر ہے، یہ ساری آیات بتا رہی ہیں کہ ایک مسلمان کو اس بات کا پکا یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی ہر وقت اور ہر دم میرے ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کا شعر ہے، جو یاد رکھنے کے قابل ہے:

جو کرتا ہے، تو چھپ کر اہل جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے، تجھے آسماں سے

پھر اللہ کہاں ہے؟ ایک واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کا ایک بار مدینے کے باہر کسی جگہ سے گذر ہو رہا تھا اور آپ کے شاگرد و اصحاب بھی آپ کے ساتھ تھے، ایک جگہ بیٹھ کر ان سب نے کھانا کھایا، اسی اثنا میں ایک بکری چرانے والا، بکریاں لے کر وہاں سے گزرا، حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ نے اس کو دیکھ کر بہ طور امتحان اس سے فرمایا کہ کیا تم ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمیں بیچ سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں؛ کیوں کہ یہ بکریاں میری اپنی نہیں ہیں؛ بل کہ میں صرف ان کو اجرت پر چراتا ہوں، یہ دوسرے کی بکریاں ہیں۔

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ نے اس سے بہ طور امتحان کہا کہ تم یہ ہمیں درہم لے کر بیچ دو اور اس سے کہہ دینا کہ بھیڑیے نے بکری کو کھالیا۔

یہ سن کر وہ ایک دم سے چیخ اٹھا اور کہنے لگا: ''فَأَيْنَ اللّٰه ؟!! کہ پھر اللہ کہاں ہے ؟ یعنی کیا اللہ نہیں دیکھ رہا ہے؟ حضرت ابن عمر اس کی یہ بات سن کر رونے لگے۔

(اسد الغابۃ: ۲/۱۵۳، تاریخ الاسلام: ۸/۳۹۵، مختصر تاریخ دمشق: ۴/۳۱۵)

عمر نہیں تو عمر کا خدا جانتا ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حکم لگا دیا کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے، اس کے بعد ایک رات مدینے میں گشت کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ ایک عورت کو سنا کہ وہ اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے کہ صبح ہونے جا رہی ہے، کیا تو دودھ میں پانی نہیں ملاتی؟

لڑکی نے ماں کو جواب دیا کہ میں کیسے دودھ میں پانی ملاؤں، جب کہ امیر المؤمنین نے منع کر دیا ہے۔ ماں کہنے لگی کہ لوگ تو ملاتے ہیں تو بھی ملا دے۔ عمر کو کیا پتہ چلے گا؟

لڑکی نے کہا: ''**إِنْ كَانَ عُمَرُ لَا يَعْلَمُ فَإِلٰهُ عُمَرَ يَعْلَمُ، مَا كُنْتُ أَفْعَلُهُ، وَقَدْ نَهٰى عَنْهُ**'' (اگر عمر نہیں جانتے تو (کیا ہوا) عمر کا خدا تو جانتا ہے؛ لہٰذا میں یہ کام نہیں کروں گی، جب کہ عمر نے اس سے منع کر دیا ہے)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو اس لڑکی کی عقل پر تعجب کرنے لگے اور صبح اپنے بیٹے عاصم کو بلا کر تحقیق کے لیے بھیجا کہ وہ کون لڑکی ہے؟ معلوم ہوا کہ بنو ہلال کی ایک لڑکی ہے، پھر حضرت عمر نے اس لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے عاصم سے کر دیا اور اس لڑکی سے حضرت عاصم کو ایک لڑکی ام عاصم پیدا ہوئی اور اس سے حضرت عمر بن عبد العزیز کے والد عبد العزیز کا نکاح ہوا، اس طرح یہ لڑکی حضرت عمر بن الخطاب کی بہو اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی نانی ہوتی ہے۔

(سیرۃ عمر بن عبد العزیز ابو محمد ابن عبد الحکم: ۲۳، شذرات الذہب: ۱/۱۱۹)

ایک دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے

ایک شخص نے ایک عورت سے برائی کا ارادہ کیا اور خلوت میں لے گیا اور اس

سے کہا کہ دروازے بند کردے اور پردے ڈال دے۔ اس نے دروازے بند کردیے اور پردے ڈال دیے۔ جب وہ اس عورت کے قریب ہوا، تو اس نے کہا کہ ایک دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے، اس نے پوچھا کہ کونسا؟ تو کہا کہ وہ دروازہ جو تیرے اور میرے رب کے درمیان ہے، یہ سننا تھا کہ وہ خوف خدا سے ایک چیخ مارا اور روح پرواز کرگئی۔ (الزھر الفائح:۱۳)

ایک عبرت ناک واقعہ

ابراہیم الخواص کہتے ہیں کہ میں قبروں کے پاس بہت زیادہ جایا کرتا تھا، ایک دن ایک قبر کے پاس بیٹھا تو نیند لگ گئی، میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے کہ زنجیر لو اور اس کو اس میں داخل کرو اور نچلے حصے سے اس کو باہر نکالو اور میت کہتی ہے کہ اے رب! کیا میں قرآن نہیں پڑھتا تھا، کیا میں نماز نہیں پڑھتا تھا؟ کیا میں نے حج نہیں کیا تھا؟ اس کے جواب میں ایک کہنے والا کہتا ہے کہ ہاں! لیکن جب تو خلوت وتنہائی میں ہوتا، تو گناہ کرتے ہوئے میرا خیال ومراقبہ نہیں کرتا تھا۔

(الزھر الفائح لابن الجوزی:۸)

ایک اللہ والے کی نصیحت

حمید الطّویل نے اپنے بعض ساتھیوں سے کہا کہ نصیحت کیجیے، انھوں نے کہا کہ اے بھائی! جب تم یہ جانتے ہوئے گناہ کرو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے، تو تم نے بڑی جرأت کی؛ لیکن تم اپنی جہالت سے یہ گمان کرتے ہو کہ وہ نہیں دیکھ رہا ہے۔

(الزھر الفائح لابن الجوزی:۳۲)

اللہ کا خوف وخشیت

گناہوں سے بچنے کا سب سے بڑا سبب خوف وخشیت ہے اور بے خوفی گناہ کا سب سے بڑا ذریعہ ہوتا ہے ؛لہٰذا بندے کو دنیا و آخرت میں، اللہ تعالی کی پکڑ ومواخذے کا خوف آجائے ،تو اس کو گناہ چھوڑنا آسان ہو جائے اور اگر انسان بے خوف ونڈر بنا رہے اور اللہ کے دنیاوآخرت میں مؤاخذے سے لا پرواہ ہو جائے ،تو وہ ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوسکتا اور رہ سکتا ہے۔

خوف وخشیت کی فضیلت

اسی لیے قرآن میں فرمایا گیا : ﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ ، وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ، فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴾[النازعات:۴۰-۴۱]

(جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کھایا اور خواہش نفس سے رک گیا تو اس کا ٹھکانا، جنت ہے)

حضرت ابن عباس اور کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ،جو گناہ کے وقت اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے خوف سے گناہ سے باز رہے۔ (قرطبی:۱۹/۲۰۸)

ایک موقعہ پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ﴾[الرحمٰن:۴۶]

(اور جو رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کھائے ،اس کو دو جنتیں ہیں)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ مراد وہ شخص ہے جو معصیت کا ارادہ کرتا ہے، پھر اللہ کو یاد کر کے اس کو ترک کر دیتا ہے؛ اس کے لیے دو جنتوں کا وعدہ ہے۔ (بخاری:تفسیر سورہ الرحمٰن ،المجالسۃ للدینوری:۴/۱۵۸)

اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ اپنے سایہ میں جگہ دے گا، جس دن کوئی اور سایہ نہ ہوگا، پھر ان سات قسم کے لوگوں میں سے ایک یہ بیان کیا :

" رَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذاتُ مَنْصِبٍ وَ جَمَال ، فَقالَ : إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ " (ایک وہ شخص جس کو صاحبِ حسب وصاحبِ جمال عورت نے دعوت دیا اور اس نے کہا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں)

(بخاری:۶۶۰،مسلم:۲۴۲۷،ترمذی:۲۳۹۱،نسائی:۵۳۸۰،مسند احمد:۹۶۶۳)

ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: " وَ عِزَّتِي لاَ أَجمَعُ عَلٰى عَبْدِيْ خَوفَيْنِ وَ أَمْنَيْنِ ، إِذَا خَافَنِي فِي الدُّنْيَا ، أَمَّنْتُهُ يَومَ القِيَامَةِ ، وَإِذَا أَمِنَنِي فِي الدُّنْيَا ، أَخَفْتُهُ فِي الآخِرَةِ " .

(میری عزت کی قسم کہ میں میرے بندے پر دو خوف اور دو امن جمع نہیں کروں گا، اگر وہ دنیا میں مجھ سے خوف کرے گا، تو میں قیامت میں اس کو امن دوں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف ہوگا، تو میں اس کو آخرت میں خوف زدہ کروں گا۔)

(صحیح ابن حبان:۲/۴۰۶،شعب الایمان:۲/۲۲۳،الترغیب والترھیب:۴/۱۳۱)

ان آیات واحادیث سے خوف وخشیت کی فضیلت کا علم ہوا کہ اس کی وجہ سے ایک تو انسان گناہ سے اور خواہشاتِ نفس سے بچ جاتا ہے اور پھر اللہ کی جانب سے اس کو ایک نہیں دو جنتیں عطا کی جاتی ہیں۔

خوف خدا پر مشائخ کے اقوال

حضرت ابوعمر دمشقی کہتے ہیں: "الخَوفُ سِرَاجُ القَلْبِ بِهٖ يُبْصِرُ مَا فِيْهِ

مِنَ الخَيْرِ ، وَالشَّرِّ"(خوف دل کا چراغ ہے، جس سے انسان دل کے اندر کے شر وخیر کو دیکھتا ہے)

اور حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا گیا کہ بندے پر خوف کا راستہ کب آسان ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب بندہ خود کو بیمار کے درجے میں سمجھے، جو ہر چیز سے پرہیز اس خوف سے کرتا ہے کہ کہیں بیماری طول نہ پکڑ لے۔

اور حضرت ذوالنون مصری ہی نے فرمایا کہ لوگ راستے پر قائم رہیں گے، جب تک خوف ان سے زائل نہیں ہوگا اور جب خوف زائل ہو جائے، تو گمراہ ہو جائیں گے۔

اور حضرت ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں کہ جب خوف دل میں جگہ بنا لیتا ہے، تو دل کے اندر شہوات وخواہشات کے مواقع کو جلا دیتا ہے۔

(الرسالۃ القشیریہ:۵۹-۶۰)

حضرت حسن بصری سے کسی نے پوچھا کہ ہم کیا کریں؟ کیا ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کریں، جو ہمیں خوف دلاتے ہیں، حتیٰ کہ ہمارے دل ہی سینوں سے اڑنے لگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر تم نے ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کی، جو تم کو خوف دلاتے ہیں، یہاں تک کہ آگے چل کر تم کو امن نصیب ہو گیا، تو یہ ان لوگوں کی صحبت سے بہتر ہے، جو تم کو بے خوف ونڈر بناتے ہیں، یہاں تک کہ آگے تم کو خطرات لاحق ہو جائیں۔ (احیاء العلوم:۱۶۲/۴)

کفل کے خوف کا واقعہ

صحیح حدیث میں کفل نامی ایک بنی اسرائیلی آدمی کا قصہ آیا ہے کہ حضرت نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی کفل نام کا تھا، جو

ہر قسم کی برائی میں طاق تھا، ایک دن اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے اس سے کہا کہ اگر تم مجھے اتنے روپ دیدو، تو میں اپنے آپ کو تمھارے حوالے کر دوں گی اور تم کو مجھ سے اپنی خواہش پوری کرنے کا حق ہوگا۔ وہ شخص پہلے ہی سے برائی کا عادی تھا، اسے یہ موقعہ غنیمت نظر آیا اور اس نے اس عورت کو رقم دینے کا وعدہ کرلیا اور اس سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لیے کسی کمرے میں لے گیا، جب برائی کا وقت آیا تو وہ عورت کانپنے لگی اور اس پر خوف و دہشت طاری ہوگئی۔

اس نے اس عورت سے پوچھا کہ تو کیوں خوف زدہ ہے اور کانپ رہی ہے؟ وہ کہنے لگی کہ میں نے میری پوری زندگی میں، کبھی یہ حرکت نہیں کی اور آج مجھے اس حرام و ناجائز کام کو اس لیے کرنا پڑ رہا ہے کہ میرے بچے گھر میں بھوکے پیاسے ہیں اور ان کا کوئی کفیل نہیں ہے اور کھانے کا کوئی سامان نہیں، میں انتہائی مجبور ہو کر سوچنے لگی کہ کیا کرسکتی ہوں، تو میرے ذہن میں آیا کہ میں اپنی عصمت اور اپنی پاک دامنی کو بیچ کر اس سے جو کچھ روپئے حاصل ہو جائیں، اس سے بچوں کے گزارنے کا انتظام کروں، اس لیے میں نے اس برائی کا ارادہ کیا؛ مگر مجھے اللہ کا خوف ہو رہا ہے اور اس لیے مجھ پر کپکپی طاری ہے۔

عورت دل سے بات کہہ رہی تھی، تو دل پر اثر انداز ہوئی اور عورت کی یہ داستان سن کر اور اس کا اللہ سے یہ خوف دیکھ کر، اس مرد کے دل میں بھی اللہ کا ڈر اور خوف پیدا ہو گیا اور کہنے لگا کہ تو صرف ایک بار گناہ کا صرف ارادہ کر کے، اللہ سے اس قدر خوف کر رہی ہے اور میرا حال یہ ہے کہ میں نے پوری زندگی اس کی نافرمانی میں اور معصیت میں گزاری ہے، مجھے اللہ کا تجھ سے زیادہ خوف کرنا چاہیے؛ اس لیے میں توبہ کرتا ہوں کہ آج سے کبھی گناہ نہیں کروں گا اور کہنے لگا کہ میں نے جو تجھ سے رقم

دینے کا وعدہ کیا ہے، وہ بھی تجھ کو دوں گا۔ چناں چہ اس نے اس عورت کو رقم بھی دے دی اور برائی سے توبہ بھی کرلی اور وہ عورت وہاں سے واپس ہوگئی۔

یہ آدمی اس کے جانے کے بعد ندامت کے ساتھ اللہ کے سامنے روکر، گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگا اور اسی حالت میں اسی رات اس کا انتقال ہوگیا۔

بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کی ایک سنت جاری تھی کہ جو آدمی اچھا ہوتا، اس کی اچھائی و نیکی قدرت سے اس کے دروازہ پر لکھ دی جاتی اور اگر کوئی برائی کرتا، تو اس کے دروازہ پر اس کی برائی کا ذکر کر دیا جاتا تھا اور یہ کفل نامی شخص تو اتنا برا تھا کہ اس کے دروازے پر روزانہ کچھ نہ کچھ اس کی برائی لکھی ہوئی ہوتی تھی کہ آج اس نے زنا کیا اور آج اس نے شراب پی، یا اور کوئی برائی کی، سارے شہر میں اس کی رسوائی ہوتی اور سب لوگ کہتے تھے کہ یہ کیسا برا آدمی ہے اور لوگ اسی وجہ سے اس سے ڈرتے اور دور رہتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رات کو اس کا انتقال ہوگیا اور صبح لوگ اٹھ کر دیکھتے ہیں کہ اس کے دروازے پر لکھا ہوا ہے:

"قَد غَفَرَ اللّٰهُ لِلْكِفْل" (اللہ تعالیٰ نے کفل کی مغفرت کر دی)

اور لوگ پڑھتے ہوئے جا رہے تھے، گذرنے والے روزانہ دیکھا کرتے تھے کہ اس کے دروازے پر کبھی کچھ تو کبھی کچھ لکھا ہوتا تھا؛ مگر آج عجیب بات ہے کہ اس کے دروازے پر "**اللہ نے کفل کی مغفرت کردی**" لکھا ہوا ہے، لوگ کہنے لگے کہ آج اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا کہ اتنا بُرا آدمی، اتنا شریر و فاسق آدمی اور اللہ نے اس کی مغفرت کردی! جب لوگوں نے تحقیق کی تو اس عورت کا واقعہ معلوم ہوا، خود عورت نے آکر بتایا کہ رات ایسا ایسا واقعہ ہوا تھا، تب لوگوں کو سمجھ میں آیا کہ اللہ نے اسی لیے

اس کی مغفرت کر دی۔

(ترمذی: ۲۴۹۶، مسند احمد: ۴۷۴۷، مسند بزار: ۵۳۸۸، مسند ابو یعلی: ۵۷۲۶ مستدرک حاکم: ۲۸۳/۴، شعب الایمان: ۳۱۷/۹، صحیح ابن حبان: ۱۱۱/۲)

ایک عابد کا بھکنا اور خوف سے توبہ کرنا

علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب ”**ذم الھوی**“ میں لکھا ہے کہ ابو کعب نے حضرت حسن بصری سے یہ واقعہ نقل کیا کہ ایک فاحشہ عورت نہایت حسین و جمیل تھی، جو ایک سو دینار لے کر برائی کراتی تھی۔ ایک عابد و زاہد کی ایک بار اس پر جو نظر پڑی تو وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور اس کے پاس جانے کے لیے سو دینار جمع کرنے لگا، اور کام دھام کر کے اس نے سو دینار جمع کر لیے اور ایک دن اس کے گھر پہنچ گیا اور اپنا مدعیٰ پیش کیا، اس نے سو دینار لے لیے اور بن سنور کر تیار ہو کر اس کے لیے آئی اور جب وہ عابد اس کے ساتھ برائی کرنے کے ارادے سے ملا، تو اس کو اللہ کے سامنے جواب دہ ہونے کا خیال آ گیا اور وہ اللہ کے خوف سے کانپنے لگا اور اس کی شہوت و خواہش ہی مر گئی۔

اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے؛ تاکہ میں یہاں سے نکل جاؤں اور یہ دینار تجھے ہی دیدیتا ہوں۔ اس فاحشہ عورت نے تعجب سے کہا کہ کیا ہوا؟! تو نے تو بڑی محنت سے یہ دینار جمع کیے تھے اور میں تجھے پسند آ گئی تھی اور آج تجھے یہ موقعہ ملا ہے اور تو اس کو چھوڑ کر جانا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ اللہ کے خوف اور اس کے سامنے کھڑے ہونے کے ڈر کی وجہ سے ہے، اس عورت نے کہا کہ اگر یہ بات تیری سچ ہے، تو سوائے تیرے میرا کوئی شوہر نہیں۔

الغرض وہ وہاں سے نکل آیا اور اپنے گھر چلا گیا اور وہ عورت بھی توبہ کر کے، اس

عابد کا پتہ معلوم کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئی، جب اس کو بتایا گیا کہ فلاں تم کو پوچھتے ہوئے آئی ہے، تو وہ یہ سن کر بے ہوش ہو گیا اور پھر مر گیا۔

(ذم الھوی:۲۴۹)

عتبہ غلام کے خوف کا واقعہ

مالک بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عتبہ غلام کو ایک دن سخت سردی میں کھڑے دیکھا اور اس کو پسینہ آرہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں یہاں کھڑے ہو؟ تو کہا کہ اے سردار! اس جگہ میں نے اپنے رب کی معصیت کی تھی۔ پھر یہ اشعار پڑھے:

أَتَفْرَحُ بِالذُّنُوْبِ وَ بِالْمَعَاصِيْ
وَ تَنْسٰى يَوْمَ يُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ
وَ تَأْتِي الذَّنْبَ عَمَداً لاَ تُبَالِيْ
وَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ عَلَيْکَ حَاصِيْ

(تو گناہ و معاصی پر خوش ہوتا ہے اور اس دن کو بھول جاتا ہے، جس دن کہ پیشانیوں کو پکڑا جائے گا اور تو جانتے بوجھتے گناہ کرتا ہے اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ تیرے اوپر رب العالمین نگراں ہے) (الزھر الفاتح:۵۵)

ایک مردِ صالح کا خوف خداوندی

کوفے کے زاہدین میں سے ایک حضرت سعید زاہد گزرے ہیں، انھوں نے نقل کیا ہے کہ کوفے میں ایک نوجوان نہایت عابد و زاہد تھا، جو ہمیشہ مسجد میں رہتا تھا اور حسین و جمیل تھا۔

ایک عورت نے اس کو دیکھا تو اس کے عشق میں مبتلا ہوگئی اور اس نے راستے میں کھڑے ہوکر اس کو پھسلانا چاہا۔ جب وہ مسجد جارہا تھا، تو اس نے اس سے کہا کہ اے نوجوان! میری ایک بات سن لو؛ مگر اس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور چلا گیا۔ پھر جب وہ مسجد سے لوٹ رہا تھا، تو وہ اس سے کہنے لگی کہ ایک بات میری سن لو، پھر جو چاہے کرنا۔ اس نوجوان نے کہا کہ یہ عام راستہ ہے، جہاں بات کرنا تہمت سے خالی نہیں اور میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ خواہ مخواہ اپنے اوپر تہمت لگاؤں۔

وہ عورت کہنے لگی کہ میں بھی اس کو جانتی ہوں اور تمہارا جو مقام ہے، وہ بھی مجھے معلوم ہے کہ تم عابد و زاہد لوگ، ایک شیشہ کی طرح ہو، جس پر ایک معمولی سا دھبہ بھی اس کو عیب دار بنا دیتا ہے؛ مگر مختصر بات کہنا چاہتی ہوں، وہ یہ ہے کہ میرے بارے میں ذرا اللہ سے ڈرو، میرا رواں رواں تمہاری محبت میں گرفتار ہے۔

یہ سن کر وہ نوجوان اپنے گھر چلا گیا اور نماز پڑھنا چاہا، تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیسا پڑھے؟ اس نے ایک کاغذ اٹھایا اور اس عورت کو ایک خط لکھا اور باہر نکلا تو دیکھا وہ وہیں کھڑی ہے، اس نے وہ خط اس کو دیا اور اپنے گھر آ گیا۔

اس میں لکھا تھا : ”اے عورت! جان لے کہ بندہ جب اللہ کی نافرمانی اول مرتبہ کرتا ہے، تو وہ اس کو معاف کر دیتا ہے اور جب دوسری بار کرتا ہے، تو اس کی ستاری کرتا ہے اور جب تیسری بار کرتا ہے، تو اس پر اس قدر غصہ ہوتا ہے کہ زمین و آسمان، شجر و پہاڑ اور جانور سب کے سب اس پر تنگ ہو جاتے ہیں؛ لہٰذا کون اللہ کے غصے کو برداشت کر سکتا ہے؟ پس اگر وہ محبت والی بات جو تو کہہ رہی ہے، وہ غلط ہے، تو میں تجھے قیامت کا وہ دن یاد دلاتا ہوں، جس دن کہ آسمان اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے اور لوگ اللہ جبار عظیم کی عظمت کی وجہ سے اپنے گھٹنوں کے بل چل کر آئیں گے اور اگر وہ بات سچ ہے کہ تیرا رواں رواں محبت میں گرفتار

ہے، تو میں تجھے ہدایت دینے والے طبیب کی جانب رہنمائی کرتا ہوں، جو ہر قسم کے زخموں اور دَردوں کا علاج کرتا ہے اور وہ اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔

لہٰذا اسی کے دربار میں جا کر اس سے سوال کر، میں تو تیرے سے ہٹ کر اس آیت میں مشغول ہوں: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ إِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ مَالِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ ، وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ، يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ [الغافر:۱۸-۱۹]

(لوگوں کو اس قریب آنے والے دن سے ڈراؤ، جب کہ کلیجے (خوف و دہشت سے) منھ کو آرہے ہوں گے، اس حال میں کہ وہ گھٹ رہے ہوں گے، گنہ گاروں کا نہ کوئی دوست ہوگا، نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے، وہ اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اس کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہے)

اس آیت سے بھاگ کر کوئی کہاں جا سکتا ہے؟ کہتے ہیں کہ وہ عورت چلی گئی اور پھر چند دنوں کے بعد آئی اور راستے پر کھڑی ہوگئی، اس نوجوان نے اس کو دیکھا تو دور ہی سے اپنے گھر واپس ہونے لگا، اس عورت نے اس سے کہا کہ اے نوجوان! واپس نہ ہو، آج کے بعد پھر اللہ کے سامنے ہی ہماری ملاقات ہوگی۔

پھر بہت روئی اور کہنے لگی کہ کوئی نصیحت کیجیے، اس نے اس کو نصیحت کی کہ اپنے نفس کی حفاظت کرنا اور یہ آیت پڑھی: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ ، وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰى أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [الانعام:٦٩]

(اللہ کی ذات وہ ہے، جو تم کو رات میں اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے اور تم جو کچھ دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے، پھر دن میں تم کو اٹھا دیتا ہے؛ تا کہ مقررہ مدت

پوری ہو جائے ، پھر اسی کی جانب تم کو لوٹنا ہے پھر وہ تم کو بتائے گا کہ تم کیا (عمل) کرتے تھے)

وہ عورت سر جھکا کر سنتی رہی اور پہلے سے زیادہ اس پر بکاوگریہ طاری ہوگیا، پھر افاقہ ہوا تو اپنے گھر گئی اور اس نے اللہ سے توبہ کی اور گھر کو لازم پکڑلیا اور عبادت میں مشغول ہوگئی اور اسی پر اس کی وفات ہوئی۔ (الزھر الفاتح:۱۳۰)

ایک نوجوان کا خوف الٰہی سے ترک گناہ اور موت کا واقعہ

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے زمانے میں ایک نوجوان بڑا عبادت گزار تھا، جو زیادہ تر مسجد میں رہا کرتا تھا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اس کو بہت پسند کرتے تھے، اس نوجوان کا بوڑھا باپ تھا، جس سے ملنے وہ عشاء کے بعد جایا کرتا تھا اور اس کے اس راستے پر ایک عورت کا گھر تھا، اس نے اس نوجوان کو دیکھا تو اس پر فریفتہ ہوگئی اور اس کو اپنی جانب مائل کرنے کے لیے راستے میں بن سنور کر کھڑی ہوتی تھی۔

ایک رات وہ نوجوان اس عورت کے پاس سے گزرا تو وہ عورت اس کو بہکانے لگی، حتی کہ وہ اس کے فریب میں مبتلا ہوگیا اور اس کے پیچھے اس کے گھر کی طرف چلنے لگا، یہاں تک کہ اس کے دروازے پر پہنچ گیا اور جب وہ عورت گھر میں داخل ہوئی، تو اس نوجوان کو اللہ یاد آگیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ ، تَذَكَّرُوْا فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴾ [الاعراف:۲۰۱]

(بلاشبہ جو لوگ تقوی رکھتے ہیں، جب ان کو شیطان وسوسے سے پکڑتا ہے، تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس وہ دیکھنے لگتے ہیں)

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا، اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور وہ دونوں اس کو اٹھا کر، اس نوجوان کے باپ کے گھر تک لے گئے اور اس کے باپ نے دیکھا کہ وہ بے ہوش ہے، تو لوگوں کو تعاون کے لیے بلایا اور لوگوں نے اس کو اٹھا کر گھر کے اندر پہنچایا۔

جب رات کا ایک بڑا حصہ گزر گیا تو اس کو ہوش آیا، باپ نے پوچھا کہ کیا ہوا تو کہا کہ خیر ہے۔ باپ نے معاملہ پوچھا، اس نے قصہ سنایا، باپ نے دوبارہ وہ آیت اس سے سنی، وہ نوجوان اس کو پڑھ کر پھر بے ہوش ہو گیا، جب اس کو ہلایا گیا تو مر چکا تھا۔ الغرض غسل و کفن دے کر رات میں ہی اس کو دفن کر دیا گیا اور صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو تعزیت کے لیے تشریف لائے اور اس کے باپ سے فرمایا کہ ہمیں کیوں نہیں جنازے کی اطلاع کی؟ اس نے کہا کہ رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چلو اس کی قبر پر جائیں گے۔

پس آپ اور آپ کے ساتھی قبر پر آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان کو خطاب کر کے کہا کہ اے فلاں! قرآن میں ہے:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴾[الرحمٰن:۴۶]

(اور جو، رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کھائے اس کو دو جنتیں ہیں)

تو قبر سے اس نے جواب دیا کہ ہاں! مجھے اللہ نے دونوں جنتیں عطا کر دی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق: ۶/۱۰۷)

نعمتِ خداوندی کا استحضار

گناہ سے باز رہنے کے لیے ایک مجرب عمل یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو سوچے اور ان پر غور کرے کہ اس مالک نے میرے اوپر کتنی نعمتیں کی ہیں اور برابر کرتا رہتا ہے

؛بل کہ اس کی نعمتیں تو انسان پر اس طرح نازل ہو رہی ہیں۔ جیسے موسلا دھار بارش ہو، کوئی وقت ان سے خالی نہیں۔ پھر سوچے کہ اس مالک کی نافرمانی کا میرے لیے کوئی وجہ جواز ہے؟ کیا اس مالک، منعم کی خلاف ورزی و نافرمانی کرنا، اس کی نعمتوں کی ناشکری و ناقدری نہیں؟ اگر انسان کے اندر تھوڑی بہت بھی شرافت ہوگی، تو وہ ضرور گناہ و نافرمانی سے باز آجائے گا۔

ابراہیم بن ادہم کے ہاتھ پر ایک گنہ گار کی توبہ

ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت! میں گناہوں سے بچنا چاہتا ہوں؛ مگر بچ نہیں پاتا، کیا کروں؟ کوئی ایسی بات ارشاد فرمائیے کہ میرے گناہوں کو روکنے والی ہو؟

حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا کہ جب تیرا ارادہ گناہ کرنے کا ہو، تو دیکھنا کہ اللہ کا دیا ہوا رزق نہ کھانا، اس نے عرض کیا کہ پھر میں کیا اور کس طرح کھاؤں، جب کہ جو بھی زمین پر رزق موجود ہے وہ اللہ ہی کا عطا کردہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ جس کا رزق کھاتا ہے اسی کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے؟

پھر حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اگر تو گناہ کرنا ہی چاہتا ہے، تو ایسا کر کہ اللہ کی زمین سے باہر چلا جا اور وہاں گناہ کر لے، اس نے عرض کیا کہ حضرت! یہ کیسے ہوسکتا ہے، جب کہ ساری کائنات اسی اللہ کی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پھر کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ اللہ ہی کی زمین پر رہتے ہوئے اس کی معصیت کرے؟

حضرت ابراہیم نے کہا کہ اچھا اگر تجھے گناہ کرنا ہی ہے، تو کسی ایسی جگہ چلا جا، جہاں کوئی تجھے نہ دیکھتا ہو۔ اس نے کہا کہ حضرت! یہ کیسے ہوسکتا ہے، جب کہ وہ اللہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ خدا کے اس قدر

قریب ہوتے ہوئے اس کی نافرمانی کرے؟

پھر فرمایا: اگر تو گناہ کرنا ہی چاہتا ہے، تو جب حضرت عزرائیل روح قبض کرنے آئیں تو ان سے کہہ دینا کہ مجھے توبہ کرنے تک ذرا مہلت دیں۔ اس نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ پھر کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ ملک الموت آئے اور تیری روح اس حال میں قبض کرلے کہ تو گناہ میں ہو؟

پھر فرمایا کہ اگر تو گناہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو ایسا کر کہ جب جہنم کے فرشتے ''زبانیہ'' قیامت کے روز تجھے پکڑ کر جہنم میں لے جانا چاہیں، تو ان سے یہ کہہ دینا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں آؤں گا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت! کیا وہ مجھے چھوڑ دیں گے اور میری بات مان لیں گے؟ فرمایا کہ پھر تیری نجات کیسے ہوگی؟ کہنے لگا کہ اے ابراہیم! یہ نصیحت کافی ہے کافی ہے۔ میں توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ کبھی گناہ نہیں کروں گا۔

(التوابین لابن قدامہ: ۲۸۵، ادب الاسلام: ۸-۹، اخلاق المؤمن: ۱۰۷-۱۰۸)

نعمتِ خداوندی کے احساس پر ایک شرابی کی توبہ

یوسف ابن الحسین حضرت ذو النون مصری کے شاگرد و مرید ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کے درمیان، حضرت ذو النون مصری کے ساتھ تھا کہ تالاب کے کنارے میں نے دیکھا کہ ایک کالا بڑا سا بچھو آرہا ہے، پس میں اس کو دیکھنے کھڑا ہوگیا، اتنے میں ایک مینڈک پانی سے نکلا اور اس بچھو کے پاس آیا اور اس کو اپنی پشت پر بٹھا کر ایک طرف کو چلنے لگا۔

حضرت ذو النون نے فرمایا کہ اس بچھو کا کوئی خاص معاملہ ہے، ہمارے ساتھ چلو، کہتے ہیں کہ ہم اس مینڈک و بچھو کے پیچھے چلنے لگے، یہاں تک کہ وہ ایک

درخت کے پاس آئے، جس کے نیچے ایک نوجوان شراب کے نشے میں مست سویا ہوا ہے اور ایک بڑا سانپ اس کی ناف کی جانب سے چڑھتا ہوا سینے کی طرف جا رہا ہے، پس اس بچھو نے سانپ کے سر پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا، پھر مینڈک کے پاس آیا اور اسی جانب کو وہ چلے گئے جہاں سے آئے تھے۔

حضرت ذوالنون کہتے ہیں کہ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ ایک شرابی کو بچانے کا خدائی انتظام دیکھو کیسا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ذوالنون نے اس نوجوان کو اٹھایا، تو وہ اپنی آنکھوں کو ملتا ہوا بیدار ہوا، تو انہوں نے اس کو بتایا کہ دیکھ تو تو خدا کی نافرمانی کر رہا ہے اور وہ اس طرح تیری حفاظت کر رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت ذوالنون نے یہ شعار بھی پڑھے:

يـا راقـداً ، والجـليـلُ يَـحُفَظُهُ
مِن كُلِّ سُوءٍ يَكُونُ فِي الظُّلَم
كَـيفَ تَـنَامُ العُيُونُ عَنُ مَلِكٍ
يَأتِـيُكَ مِـنُهُ فَـوَائِـدُ الـنِعَـم

(اے سونے والے! جس کی ہر برائی سے حفاظت، رب جلیل رات کی تاریکیوں میں کر رہا ہے، تیری آنکھیں اس مالک سے اعراض کر کے کیسے سو سکتی ہیں، جس کی جانب سے تجھے نعمتوں کے فوائد پہنچ رہے ہیں)

یہ سن کر وہ نوجوان کہنے لگا کہ یا الٰہی! یہ آپ کا معاملہ ایک نافرمان کے ساتھ ہے، تو پھر تیرے فرمانبردار بندوں کے ساتھ تیرا رحم و کرم کس قدر ہوگا؟ پھر کہا کہ آپ گواہ رہنا کہ میں نے گناہ سے توبہ کی اور جنگل کی جانب چلا گیا۔

(التوابین: ۲۲۷، المستطرف: ۲/۲۵۴-۲۵۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک شریف انسان کو، اگر یہ احساس ہو جائے کہ اس پر اللہ کی کس قدر نعمتیں ہیں، تو وہ اس پر خدا کی نافرمانی سے تائب ہو جائے گا اور اس کے شکریہ میں گناہ ترک کر دے گا۔

اسی لیے بزرگانِ دین سے منقول ہے کہ انھوں نے شکر کی تعریف ہی یہ کی کہ اللہ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال نہ کیا جائے۔ حضرت جنید بغدادی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سری سقطی نے مجھ سے پوچھا کہ شکر کسے کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ **"أنْ لَا يُسْتَعَانَ بِشَيْءٍ مِن نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى مَعَاصِيْهِ"** (اللہ کی کسی نعمت سے اس کی نافرمانی میں مدد نہ لی جائے) حضرت سری نے پوچھا کہ یہ بات تم کو کہاں سے معلوم ہوئی؟ حضرت جنید کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی کی مجالس سے معلوم ہوئی ہے۔ (رسالہ قشیریہ:۸۱)

موت، قبر و حشر کے ہولناک احوال کا مراقبہ

ترکِ گناہ کے لیے ایک انتہائی مؤثر ذریعہ یہ ہے کہ موت اور احوال برزخ و آخرت کا دھیان و مراقبہ کیا جائے؛ اسی لیے قرآن و حدیث میں ہمیں ان احوال واہوال کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

قرآن میں فکرِ آخرت کی ترغیب

قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [آل عمران:۱۸۵]

(ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تمھیں قیامت کے دن تمھارا پورا اجر دیا جائے گا ، پس جس کو دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخلہ دے دیا گیا ، وہ کامیاب ہوگیا اور دنیوی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے)

ایک اور موقعے پر فرمایا گیا ہے:

﴿ يَآَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ، وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ﴾ [لقمان: ۳۳]

(اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو، جس دن نہ باپ، بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا، باپ کے کام آئے گا)

ایک جگہ ارشاد ہے :

﴿ فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ، يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيْه ، وَأُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ، وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ، لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ، وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ، ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ، وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ، تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴾ [عبس: ۳۳ - ۴۲]

(پھر جس دن کانوں کو بہرا کر دینے والا شور برپا ہوگا، اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی اور اولاد سے بھاگے گا۔ ہر آدمی کو ایک ایسا مشغلہ ہوگا، جو اس کو دوسروں سے مستغنی کر دے گا۔ بہت سے چہرے اس روز روشن، خنداں وشاداں ہوں گے اور بہت سے چہروں پر ظلمت ہوگی۔ ان پر کدورت چھائی ہوگی، یہی لوگ کافر وفاجر ہیں)

ان ساری آیات کا مقصود انسان کو اُمورِ آخرت کی جانب متوجہ کرنا اور آخرت کی فکر وطلب میں مشغول کرنا ہے۔

احادیث میں فکرِ آخرت کی ترغیب

ایک حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ سے مروی ہے کہ ایک بار رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اپنے مصلیٰ میں داخل ہوئے، تو کچھ لوگوں کو دیکھا کہ گویا وہ ہنس رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: اگرتم " **هَاذِمُ اللَّذَّاتِ**"، یعنی لذتوں کوختم کر دینے والی چیز (موت) کو یاد کرتے، تو وہ تمھیں اس میں مشغول ہونے سے دور کر دیتی؛ لہٰذا "**هاذم اللذات**" کو کثرت سے یاد کرو۔ (ترمذی:۲۴۶۰)

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ سے مروی ہے کہ ایک بار یہ قصہ پیش آیا کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم مسجد کے لیے باہر نکلے۔

آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ باتیں کررہے ہیں اوران کی بات ایسی ہے، جوہنسی پیدا کررہی ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کھڑے ہوگئے اور فرمایا:"**أُذْكُرُوا هَاذِمَ اللَّذَّات: الموتَ**" (لذتوں کوختم کر دینے والی چیز یعنی موت کو یاد کرو)

اس کے بعد آپ پھر باہر نکلےتو کچھ لوگ باتوں اورہنسی میں مشغول تھے،آپ نے فرمایا:"**لَوْتَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً ، وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً**" (اگرتم ان باتوں کوجانتے، جومیں جانتاہوں،توتم کم ہنستے اورزیادہ روتے)

(المطالب العالیہ:۳۱۲۹)

نیز ایک اور حدیث میں حضرت ابو الدرداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"**لَوْتَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً ،وَلَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً ، وَ لَخَرَجْتُمْ**

إِلَى الصُّعُدَاتِ ، تَجْأَرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ ، لَا تَدْرُوْنَ تَنْجُونَ ، أَولاَ تَنْجُونَ "

(اگر تم ان باتوں کو جان لو، جنھیں میں جانتا ہوں تو تم ضرور زیادہ رویا کرو اور کم ہنسا کرو گے اور اللہ کی پناہ لیتے ہوئے جنگلات کی طرف نکل جاؤ گے، تم نہیں جانتے کہ نجات پاؤ گے، یا نجات نہیں پاؤ گے) (مسند احمد: ۷۹۰۵)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"لَوْتَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً، وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً ، وَ لَمَا سَاغَ لَكُم الطَّعَامُ ، والشَّرَابُ ، ولَمَا نِمْتُمْ عَلَى الفُرُشِ، وَ لَهَجَرْتُمُ النِّسَاءَ ، وَ لَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ ، تَجْأَرُوْنَ ، وَتَبْكُوْنَ ، وَ لَوَدِدْتُ أَنَّ اللّٰهَ خَلَقَنِيْ شَجَرَةً تُعْضَدُ "

(اگر تم ان چیزوں کو جان لو، جو میں جانتا ہوں تو تم ضرور ہنسی کم اور رونا زیادہ کردو اور تمھیں، نہ کھانا خوشگوار معلوم ہو نہ پینا اور نہ تم بستروں پر سوؤ اور تم اپنی عورتوں سے جدائی اختیار کر لو اور پناہ ڈھونڈتے اور روتے ہوئے، جنگلات کی جانب نکل پڑو اور میں چاہتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوتا، جس کو کاٹ لیا جاتا)

(مستدرک: ۴/۶۲۲)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ ، إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ . قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ !وَمَاجَلاءُ هَا ؟ قَالَ: ذِكْرُ المَوْتِ ، وَ تِلاوَةُ القُرْآنِ "

(یہ قلوب اسی طرح زنگ پکڑ لیتے ہیں، جس طرح لوہا، پانی لگ جانے سے

زنگ پکڑ لیتا ہے، صحابہ نے پوچھا کہ پھر اس کی صفائی کس طرح ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ موت کی یاد اور قرآن کی تلاوت سے)

(شعب الایمان: ۳۹۲/۳، مسند الشہاب: ۱۰۹۰)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ حضرت آقائے نامدار نبی کریم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظاً، وَ كَفٰى بِالْيَقِيْنِ غِنىً، وَكَفٰى بِالْعِبَادَةِ شُغْلاً**" (نصیحت کے لیے موت کافی ہے اور مالداری کے لیے یقین کافی ہے اور مشغولی کے لیے عبادت کافی ہے)

(شعب الایمان: ۱۳۶/۱۳، الجامع الصغیر: ۶۲۴۵)

اور حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت نبی عربی محمد مکی ومدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"**كَفٰى بِالْمَوْتِ مُزَهِّداً فِي الدُّنْيَا مُرَغِّباً فِي الآخِرَةِ**"

(موت دنیا سے بے رغبت بنانے اور آخرت کی رغبت پیدا کرنے کے لیے کافی ہے)

(ابن ابی شیبہ: ۳۵۴۷۹، شعب الایمان: ۱۳۵/۱۳)

ان احادیث سے آخرت کی طلب وفکر پیدا کرنا اور آخرت کی تیاری کے لیے آمادہ کرنا مقصود ہے؛ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ موت اور موت کے بعد کے مراحل، قبر اور سوال وجواب؛ نیز حشر وآخرت کے احوال پر غور کرتا رہے، اس سے گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے گا اور نیکی کرنے میں سہولت معلوم ہوگی۔

قبر کی یاد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گریہ

حدیث کی روایات میں آتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو بہت رویا کرتے تھے، حتی کہ آپ کی ڈاڑھی تر ہوجاتی تھی۔ آپ

سے اس سلسلے میں معلوم کیا گیا کہ آپ جنت یا دوزخ کے ذکر پر اس قدر نہیں روتے اور قبر پر اس قدر روتے ہیں؟

تو فرمایا: ''ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

'' **القَبْرُ أَوَّلُ مَنَازِلِ الآخِرَةِ ، فَإِنْ يَنجُ مِنْهُ ، فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ وَ إِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ ، فَمَا بعدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ** ''(قبر، آخرت کی منزلوں میں سے اول ہے، پس اگر اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے آسان ہوں گی اور اگر اس سے نجات نہیں پایا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہوں گی)

اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا :

'' **وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ مَنْظَراً قَطُّ ، وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ** ''(میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ خوف ناک نہیں دیکھا)

(ترمذی:۲۳۰۸، ابن ماجہ:۴۲۶۷، مسند احمد:۴۵۴، مستدرک:۱/۳۷۱)

بزرگانِ امت کے ارشادات

حضرت سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جس نے قبر کو کثرت سے یاد کیا، وہ اپنی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ پائے گا اور جس نے اس کی یاد سے غفلت کی، وہ اس کو دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا پائے گا۔

(احیاء العلوم:۴/۴۸۶)

حضرت بشر حافی کا قول ہے :

'' **الفِكْرَةُ فِي أمْرِ الآخِرَةِ تَقْطَعُ حُبَّ الدُّنيَا ، وَ تُذْهِبُ شَهَوَاتِهَا** '' (آخرت کے معاملے میں غور و فکر، دنیا کی محبت کو ختم کر دیتا ہے اور

دنیوی خواہشات کو لے جاتا ہے)   (شذرات الذہب:۲/۶۱)

بعض حضرات کا قول ہے :

"عَجَباً! لِمَن یَعْرِفُ أنّ المَوْتَ حَقٌّ، کَیْفَ یَفْرَحُ؟ وَ عَجَباً! لِمَنْ یَعْرِفُ أنّ النَّارَ حَقٌّ، کَیْفَ یَضْحَکُ، وَ عَجَباً! لِمَنْ رَأی تَقَلُّبَ الدُّنیَا بِأَھْلِھَا، کَیفَ یَطْمَئِنُّ إِلَیْھَا؟ وَ عَجَباً! لِمَنْ یَعْلَمُ أنَّ القَدَرَ حَقٌّ، کَیْفَ یَنْصَبُ؟

(تعجب ہے! اس پر جو جانتا ہے کہ موت حق ہے، پھر وہ کیسے خوش ہوتا ہے؟ اور تعجب ہے! اس پر جو جانتا ہے کہ دوزخ حق ہے، پھر وہ کس طرح ہنستا ہے؟ تعجب ہے! اس پر جو دنیا کے الٹ پلٹ ہونے کو دیکھتا ہے، پھر وہ کیسے دنیا سے مطمئن ہوتا ہے؟ تعجب ہے! اس پر جو جانتا ہے کہ تقدیر حق ہے، پھر وہ کیوں خود کو تھکاتا ہے؟)

(مکاشفۃ القلوب:۱۵۷)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فکرِ آخرت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ پر فکرِ آخرت کا بڑا غلبہ رہتا تھا، ایک مرتبہ آپ کی ایک باندی آئی اور اس نے سلام کیا پھر ایک جانب کھڑے ہو کر اس نے نماز پڑھی اور بیٹھ گئی، تو اس پر نیند کا غلبہ ہوا اور آنکھ لگ گئی اور نیند ہی میں وہ رونے لگی۔

پھر وہ بیدار ہوئی اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! میں نے خواب میں ایک عجیب منظر دیکھا ہے۔ پوچھا کہ کیا دیکھا؟ تو کہنے لگی کہ میں نے دیکھا کہ دوزخ ہے اور وہ اہل دوزخ پر زور زور سے آوازیں نکال رہی ہے پھر پل صراط لایا گیا اور دوزخ پر اس کو بچھا دیا گیا۔

حضرت امیر المؤمنین نے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ پھر امیر المؤمنین عبد

الملک بن مروان کولایا گیا اور پل صراط پر ڈالا گیا اور وہ کچھ ہی دور اس پر چلے تھے کہ پل صراط جھک گیا اور وہ جہنم میں گر گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ پھر امیر المؤمنین ولید بن عبدالملک کولایا گیا اور پل صراط پر ڈالا گیا اور وہ بھی کچھ ہی دور اس پر چلے تھے کہ پل صراط جھکا اور وہ جہنم میں گر گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ پھر امیر المؤمنین سلیمان بن عبدالملک کولایا گیا اور پل صراط پر ڈالا گیا اور وہ بھی کچھ ہی دور اس پر چلے تھے کہ پل صراط جھکا اور وہ جہنم میں گر گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ پھر اے امیر المؤمنین ! آپ کولایا گیا۔

اتنا سنتے ہی انھوں نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے، وہ باندی ان کے کان میں کہتی جارہی تھی کہ اے امیر المؤمنین ! خدا کی قسم، میں نے دیکھا کہ آپ نجات پا گئے، خدا کی قسم، آپ نجات پا گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ باندی تو یہ کہتی جارہی تھی اور عمر بن عبدالعزیز کی چیخیں نکل رہی تھیں اور وہ اپنے پیروں کو زمین پر رگڑتے جارہے تھے۔ (احیاء العلوم: ۴/۱۸۷)

عمر بن عبدالعزیز کا ایک اور واقعہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک بار اپنے بعض حاضرین سے فرمایا کہ آج پوری رات میں قبر اور قبر میں رہنے والوں کے بارے میں غور وفکر کرتا رہا۔ اگر تم میت کو اس کی قبر میں تین دن کے بعد دیکھو، تو اس سے ایک لمبی مدت تک انس ومحبت ہونے کے باوجود تم اس سے وحشت کرو گے اور تم ایک ایسا گھر دیکھو گے، جس

میں کیڑے مکوڑے پھر رہے ہیں اور پیپ بہہ رہا ہے اور اس میت کو کیڑوں نے چیر پھاڑ دیا ہے اور اسی کے ساتھ بدبو اور کفن کی بوسیدگی بھی ہے، جب کہ اس سے پہلے وہ بہترین شکل وصورت، عمدہ خوشبو اور صاف ستھرے کپڑوں میں ہوتا تھا۔ یہ کہہ کر آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ (احیاء العلوم: ۴۸۶/۴)

امام ابوحنیفہ اور خوفِ آخرت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خوفِ آخرت بھی بے مثال تھا، آپ کے شاگردِ رشید امام یزید بن الکمیت کہتے ہیں کہ ایک دفعہ علی بن الحسین المؤذن نے عشا کی نماز میں سورۂ ''إذا زلزلت'' پڑھی، امام ابوحنیفہ بھی پیچھے تھے، جب لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے تو میں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا کہ آپ کسی بات میں متفکر ہیں اور سانس پھول رہی ہے کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ مجھے یہاں سے چلنا چاہیے؛ تاکہ آپ کو میری وجہ سے پریشانی نہ ہو، کہتے ہیں کہ میں وہاں سے قندیل کو یوں ہی چھوڑ کر چلا آیا اور قندیل میں تھوڑا سا تیل تھا۔ جب میں صبح صادق کے بعد مسجد کو آیا، تو دیکھا کہ امام ابوحنیفہ کھڑے ہوئے اپنی ڈاڑھی کو پکڑ کر کہہ رہے ہیں :

> ''اے وہ ذات!! جو ہر خیر کا بدلہ خیر سے اور ہر شر کا بدلہ شر سے دیتی ہے، نعمان (یہ امام ابوحنیفہ کا نام ہے) کو دوزخ کی آگ سے بچالے اور اپنی رحمت میں داخل کر لے''

یزید بن الکمیت کہتے ہیں کہ میں نے اذان دی اور اندر داخل ہوا، تو امام صاحب نے پوچھا کہ کیا قندیل بجھانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ صبح کی اذان ہو چکی ہے۔ فرمایا کہ میری جو کیفیت تم نے دیکھی ہے، اس کو لوگوں سے چھپائے رکھنا۔ کہتے ہیں کہ پھر آپ نے سنتِ فجر دو رکعتیں پڑھیں اور اسی عشا کے وضو سے ہمارے ساتھ فجر کی نماز

ادا فرمائی۔ (وفیات الاعیان:۴۱۲/۵،الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیہ :۳۲/۱)

حضرت ربیع بن خثیم کا حال

حضرت ربیع بن خثیم نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی اور جب بھی وہ اپنے دل میں قساوت پاتے، تو اس قبر میں داخل ہوتے اور لیٹ جاتے اور جب تک اللہ چاہتے اس میں رہتے پھر وہ بات (جو قیامت میں کفار، اللہ سے کہیں گے) کہتے کہ

﴿ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ﴾

(اے میرے رب! مجھ کو پھر بھیج دیجیے، شاید میں کچھ بھلا کام کرلوں، اس میں جو میں نے چھوڑا ہے) [المؤمنون:۹۹-۱۰۰]

اور یہ بار بار کہتے جاتے پھر اپنے نفس کو جواب دیتے کہ اے ربیع! میں نے تجھے واپس کیا ہے؛ لہٰذا اب نیک عمل کرنا۔ (احیاء العلوم:۴۸٦/۴)

سلیمان بن عبد الملک کا واقعہ

ابو زکریا التیمی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین سلیمان بن عبد الملک مسجدِ حرام میں تھے، ان کے پاس ایک پتھر لایا گیا، جس پر تراش کر کچھ لکھا گیا تھا، پس انھوں نے اسے پڑھنے والے کو طلب کیا، تو حضرت وہب بن منبہ کو لایا گیا، انھوں نے اس کو پڑھا، جس میں لکھا تھا:

"ابنَ آدمَ !! إنَّکَ لَوْ رَأیتَ قُرْبَ مابَقِيَ مِن أجلِکَ ، لَزَهَدْتَ فِيْ طُولِ أمَلِکَ ، وَ لَرَغِبْتَ فِي الزيادَةِ مِن عَمَلِکَ ، وَ لَقَصَرْتَ مِن حِرصِکَ ،وَحِيَلِکَ . و إنَّما يَلقَاکَ غداً نَدَمُکَ لَو قَدْ زَلَّتْ بِکَ قَدَمُکَ،وأسْلَمَکَ أهْلُکَ، وحَشَمُکَ ، وفارَقَکَ الوَالِدُ

والقَرِيبُ ، ورَفَضَکَ الولَدُ ، والنَّسِيبُ ؛ فَلاَ أَنْتَ إِلٰى دُنيَاکَ عَائِدٌ، وَلا فِي حَسَناتِکَ زَائِدٌ ، فَاعْمَلْ لِيَومِ القِيَامَةِ قَبلَ الحَسْرَةِ والنَّدَامَةِ“

(اے ابن آدم! اگر تجھے تیری بقیہ عمر کا قریب ہونا، معلوم ہو جائے تو تو لمبی آرزؤں میں کمی کردے اور اپنے عمل میں زیادتی کی جانب راغب ہو جائے اور اپنی حرص و ہوس کو مختصر کردے اور تجھے بڑی شرمندگی لاحق ہوگی، اگر تیرے قدم پھسل جائیں اور تیرے اہل وعیال اور دوست واحباب، تجھے قبر کے حوالے کر کے واپس ہو جائیں اور تجھ سے تیرا باپ اور رشتہ دار جدا ہو جائیں اور بیٹا اور احباب تجھے چھوڑ کر چلے جائیں۔ پس پھر تو نہ تو تیری دنیا میں واپس آسکے گا اور نہ اپنے اعمال میں کوئی زیادتی کر سکے گا؛ لہٰذا قیامت کے دن کے لیے حسرت وشرمندگی سے پہلے ہی تیاری کرلے)

یہ سن کر امیر المؤمنین سلیمان بن عبد الملک پر شدت کا گریہ طاری ہو گیا اور وہ روتے رہے۔ (احیاء العلوم: ۴/۴۵۵)

ہارون الرشید کا خوف آخرت سے گریہ

ایک مرتبہ حضرت ابن السماک جو بڑے بزرگ اور خلفا کے یہاں ایک خاص مقام کے حامل گزرے ہیں، انھوں نے امیر المؤمنین ہارون الرشید کو نصیحت کی اور فرمایا :

”آپ کو اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور کسی ایک ٹھکانے کی طرف جانا ہے؛ لہٰذا دیکھ لینا کہ آپ کا ٹھکانا کیا ہے، جنت ہے یا دوزخ؟“

یہ سن کر بادشاہ کو بہت رونا آیا اور وہ بے تحاشا رونے لگے۔ یہ دیکھ کر ان کے بعض خواص حضرات نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین ! ذرا اپنے اوپر رحم کیجیے۔ تو

حضرت ابن السماک نے کہا کہ امیر المومنین کو چھوڑو کہ وہ روتے روتے مر جائیں؛ تا کہ کہا جائے کہ امیر المؤمنین اللہ کے خوف سے مر گئے۔ (النجوم الزاہرہ:۱/۱۷۸)

عبداللہ بن مرزوق کی فکرِ آخرت

عبداللہ بن مرزوق پہلے بڑے آزاد منش اور لہو ولعب میں وشراب و کباب میں مشغول رہتے تھے، ایک بار وہ امیر المؤمنین مہدی کے ساتھ تھے اور گانے بجانے کے ساتھ خوب شراب پی لی اور نشے میں مست پڑے رہے، یہاں تک کہ ظہر وعصر و مغرب کی نمازیں فوت ہوگئیں اور ان کی باندی ان کو ہر نماز پر بیدار کرتی تھی؛ مگر وہ اٹھتے نہیں تھے۔

جب عشا کا وقت ہوا، تو باندی نے آگ کی ایک چنگاری لی اور ان کے پیر پر لگا دیا، اس کے اثر سے وہ اٹھے اور پوچھا کہ کیا ہوا؟ باندی نے کہا کہ یہ دنیا کی آگ ہے آپ آخرت کی آگ کو کیسے برداشت کریں گے؟

یہ سن وہ خوب روتے رہے اور اٹھ کر نماز پڑھی، باندی کی بات ان کے دل میں اثر کر گئی تھی، پس وہ سمجھ گئے کہ نجات تو صرف اسی میں ہے کہ میں یہ سارے کام چھوڑ دوں، جس میں مبتلا ہوں۔

لہٰذا انھوں نے اپنی ساری باندیوں کو آزاد کر دیا اور جن جن سے معاملات تھے ان سے معاملات صاف کیے اور جو مال باقی بچا، اس کو صدقہ دیدیا اور ترکاری وسبزی بیچ کر گزارہ کرنے لگے۔

ایک بار حضرت سفیان بن عیینہ اور حضرت فضیل بن عیاض، ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ لیٹے ہیں اور سر کے نیچے ایک اینٹ ہے۔ حضرت سفیان نے پوچھا کہ کوئی بندہ جب اللہ کے لیے کوئی چیز چھوڑ دیتا ہے، تو اللہ اس کو اس کا کوئی عوض عطا

کرتے ہیں، اللہ نے تم کو کیا عطا کیا؟ تو فرمایا کہ اللہ نے جس حال میں بھی مجھے رکھا ہے، اس پر راضی رہنے کی توفیق عطا کی ہے۔ (التوابین:۱۶۲)

یہ چند اہم امور ہیں، جن کی جانب توجہ دینے سے انشاءاللہ گناہ سے بچنا آسان ہوجائے گا۔

پست ہمت لوگوں کے لیے
حکیم الامت کا ایک نایاب نسخۂ شفا

اب آخر میں پست ہمت لوگوں کے لیے جو گناہ چھوڑنا چاہتے تو ہیں؛ مگر ان سے پست ہمتی کی وجہ سے گناہ چھوٹتا نہیں، ایک نایاب نسخۂ شفا حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطبِ روحانی سے پیش کرتا ہوں، جن کو اللہ تعالی نے امت کی اصلاح کے لیے اس آخری زمانے میں قبول فرمالیا تھا اور لاکھوں انسانوں کو ان سے ہدایت ملی اور وہ راہِ راست پر گامزن ہوگئے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے اپنے ایک مشہور وعظ ''ملتِ ابراہیم'' میں کم ہمت گنہ گاروں کے لیے اصلاح کا ایک آسان نسخہ تجویز کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''روزانہ سوتے وقت خلوت وتنہائی کی جگہ میں چراغ گل کر کے دو رکعات نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھو اور اس طرح اللہ تعالی سے دعا مانگو:

> اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں، میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں؛ مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہوسکتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو؛ مگر ہمت نہیں ہوتی، آپ ہی کے اختیار

میں میری اصلاح ہے ۔ اے اللہ ! میں سخت نالائق ہوں ،سخت
خبیث ہوں ،سخت گنہ گار ہوں ، میں تو نفس سے عاجز ہو رہا ہوں ،
آپ ہی میری مدد فرمایئے ، میرا قلب ضعیف و کمزور ہے، گناہوں
سے بچنے کی قوت و طاقت نہیں ، آپ ہی قوت و طاقت دیجیے ،
میرے پاس کوئی سامان نجات نہیں ، آپ ہی غیب سے میری
نجات کا سامان پیدا کر دیجیے، اے اللہ! جو گناہ میں نے اب تک
کیے ہیں، انھیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمادے، اگرچہ میں یہ
نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا ، میں جانتا ہوں کہ
آئندہ پھر کروں گا؛ لیکن پھر معاف کروالوں گا۔''

حضرت تھانوی کہتے ہیں کہ اس طرح سے روزانہ دس بارہ منٹ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کے لیے دعا کرو اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو کہ میں ایسا نالائق ہوں ، میں ایسا خبیث ہوں، ایسا برا ہوں ۔ غرض خوب برا بھلا، اپنے آپ کو حق تعالی کے سامنے کہا کرو۔

حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا نسخہ ہے کہ جس سے نہ آپ کی تجارت کا نقصان ہے، نہ آپ کی آمدنی کچھ گھٹے گی ، نہ آپ کی شان وشوکت میں کچھ فرق آئے گا اور اس نسخے سے اگر چہ کہ صحت نہ ہوگی؛ مگر مرض بھی نہ بڑھے گا۔

پھر انشاء اللہ تعالی ، کسی نہ کسی وقت آپ کا کام بھی بن جاوے گا۔ اور صحت بھی ہو جاوے گی۔ (خطبات حکیم الامت:۹/۳۸۹-۳۹۰)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس لا جواب و تیر بہ ہدف نسخے کا حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ نے منظوم ترجمہ کیا ہے، جس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

نظم

اصلاح کا آسان نسخہ

نظم کردہ: حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ

مخاطب ہے، میرا وہ گم کردہ راہ | جسے یاس نے کردیا ہو تباہ
جسے آہ ! ہمت دوا کی نہ ہو | سکت ،جس میں پرہیز کی بھی نہ ہو
وہ مایوس بندہ یہ مژدہ سنے | بڑے عارفِ حق کا نسخہ سنے
وہ جو تھے، مجدد وغوثِ زماں | وہ تھانہ بھون کے حکیمِ زماں
رہے عشقِ حق میں شب وروز مست | ہمیشہ رہا نبضِ امت پہ دست
ہوا ہر گرفتار آزار سخت | تری صحبتِ پاک سے نیک بخت
جنھیں رات دن فکرِ ملت کی تھی | بڑی فکر اصلاحِ امت کی تھی
وہ مولائے اشرف علی شاہِ دیں | دکھاتے رہے عمر بھر راہِ دیں
انھی کا یہ نسخہ ہے اصلاح کا | خدا سے فقط ہے وہ الحاح کا
ہے نسخہ بہت سہل وآسان سا | کرے نفسِ بد کو جو بے جان سا
وضو کرکے دو رکعتیں تم پڑھو | نیت اس میں توبہ کی کرکے پڑھو
دعا کے لیے ہاتھ کو پھر اٹھا | خدا سے تو رو کرکرے التجا
الٰہی گنہ گار بندہ ہوں میں | سرا پا بُرا اور گندہ ہوں میں

بہت سخت مجرم کمینہ ہوں میں — گناہوں کا گویا خزینہ ہوں میں
نہ قوت گناہوں سے بچنے کی ہے — نہ ہمت عمل نیک کرنے کی ہے
ترا ہو ارادہ اگر اے کریم! — تو ہو پاک پل میں یہ بندۂ لئیم
تو ہی غیب سے کوئی سامان کر — گناہوں سے بچنے کو آسان کر
ارادے مرے نیک اعمال کے — حوالے ہوئے نفس کی چال کے
اگر تیری توفیق ہو چارہ گر — تو پھر نفس وشیطاں سے کیا مجھ کو ڈر
میں بندہ تیرا ہوں محض نام کا — بنادے کرم سے مجھے کام کا
تلوّن مزاجی میری ختم کر — مرے عزم کو تو عطا جزم کر
عطا کر مجھے ذرۂ دردِ دل — ترا درد ہوجائے یہ آب و ِگل
رہِ غیب سے کر مری رہبری — تری بندگی سے ہو عزت مری
دکھا غیب سے مجھ کو راہِ نجات — پلا اپنے مُردے کو آبِ حیات
کرم سے خطاؤں کو تو عفو کر — گناہوں کے انبار کو محو کر
یقیناً گنہ، مجھ سے ہوں گے ضرور — کرالوں گا پھر عفو اپنا قصور
غرض روز اس طرح اقرار ہو — ندامت کا ہر روز اظہار ہو
عجب کیا بہت جلد ان کا کرم — ہدایت کا سامان کردے بہم
عطا کردے قوت تجھے غیب سے — ہو نصرت تیری پردۂ غیب سے
نہ بٹّہ لگے گا، تیری شان میں — نہ فرق آئے گا کچھ، تیری آن میں
اگر جسم تیرا ذرا ہو علیل — حکیموں کی سنتا ہے تو بے دلیل
دوا تلخ سے تلخ پیتا ہے تو — خوش آمد طبیبوں کی کرتا ہے تو

مداوائے تن میں تو تو چست ہے — مگر فکرِ ایماں میں کیوں سست ہے
تری عقل دنیا میں کیا کرگئی — مگر دین میں وہ کہاں مرگئی
نہ خود اپنی جو فکرِ درماں کرے — خدا کیا ہدایت کو چسپاں کرے
بڑے شرم کی بات ہے دوستو!! — کہ اتنی بھی ہمت نہ تم کرسکو
اگر یوں ہی غفلت میں گذری حیات — نتیجہ برا ہوگا بعد الممات
ہو سہل اس سے صورت کوئی آہ کیا — بھلا اس سے آسان ہو راہ کیا

خاتمہ

آخر میں اس بات کا ذکر مناسب ہے کہ حضرت مرشدی ومولائی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ نے اپنی حیات کے اواخر میں اپنے متعلقین کو ایک خصوصی خط روانہ کیا تھا اور راحقر کے پاس بھی آیا تھا، اس میں حضرت نے جو لکھا تھا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ آج امت مصائب وفتن میں گھری ہوئی ہے اور ہر طرح کی پریشانیوں میں گرفتار ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ گناہوں کی وجہ سے اس نے اللہ تعالی کو ناراض کردیا ہے اور اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ امت توبہ کرے اور گناہوں سے باز آئے؛ لہٰذا علما و دینی خدام کو اس کی فکر کرنا چاہیے کہ امت کو گناہوں سے باز رکھے اور نہی عن المنکر کا کام کیا جائے۔

لہٰذا حضرت والا کے اس ارشاد کی روشنی میں حضرات علمائے کرام کی خدماتِ عالیہ میں یہ احقر عرض کرتا ہے کہ وہ ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کی جانب خصوصی توجہ دیں؛ کیوں کہ آج اس سے غفلت و لاپروائی کی وجہ سے امت میں

منکرات وفواحش کی کثرت دکھائی دے رہی ہے، حتی کہ ''نہی عن المنکر'' کو لوگ معیوب و برا سمجھنے لگے ہیں اور اس اہم ترین فریضے کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے؛ بل کہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ''نہی عن المنکر'' کا نام ''فتنہ'' رکھ دیا گیا ہے اور جو لوگ اس کا بیڑا اٹھاتے ہیں، ان کو فتین کہا جاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک منکر کام و گناہ تو ''فتنہ'' نہیں اور برائی کو برا کہنا اور اس سے منع کرنا منکر ہو گیا ہے۔ **فإلى الله المشتكى۔**

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو گناہوں سے بچنے اور امت کو اس سے بچانے کا فکر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

عورت کی نماز
حدیث نبوی اور دورِ حاضر کے فتنے
غلو فی الدین
اسلامی مدارس کا نظام و نصاب
انواع المصنفات
فقہ اسلامی اور غیر مقلدین